www.iqbalkalmati.blogspot.com



یہ جنون منزل عشق

صائمہ جبیں

قربت کی تیری پیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں
اک درد دل کے پاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں
تو مجھ کو اپنی ذات سے باہر نہیں ملا
یہ دکھ بھرا قیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

باہر رم جھم بارش ہورہی تھی۔ کھڑکی کے پٹ کھولے وہ قدرے خالی خالی نگاہوں سے بھیگے منظر کو دیکھ رہی تھی۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار اس کے چہرے پر پڑرہی تھی' فضا میں اچھی خاصی خنکی سما چکی تھی' رات کی تاریکی بڑی تیزی سے اپنے پَر پھیلا رہی تھی اور وہ کسی بُت کی مانند سپاٹ چہرہ اور بوجھل دل لیے پچھلے ایک گھنٹے سے ایک ہی پوزیشن میں کھڑی تھی۔

نیچے سڑک پر نئے سال کا جشن منانے والوں کا جم غفیر تھا' بے فکری سے قہقہے لگاتے اور گشت کرتے لوگ ہر قسم کے دکھ سے آزاد نظر آرہے تھے۔ بارش بھی انہیں سڑکوں پر آنے سے روک نہیں پائی تھی بلکہ سرما کی اس آخری بارش کو وہ لوگ بھی انجوائے کررہے تھے جو اس طرح کے موسم میں گھروں سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ رابعہ سکندر کے لیے باہر کے منظر دلچسپی کا باعث نہیں تھے۔ وہ تو اپنے اندر کے سناٹوں اور وحشت سے گھبرا کر یہاں آ کھڑی ہوئی تھی' نیچے سڑک پر موجود لوگوں کی گہما گہمی اسے یہ احساس دلانے کو کافی تھی کہ ابھی وہ اس دنیا میں تنہا نہیں ہے۔

سرما کی یخ بستہ ہوائیں جسم کو منجمد کررہی تھیں لیکن وہ اس وقت سوئیٹر' شال لیے بغیر صرف دوپٹا شانوں پر پھیلائے کھڑی تھی' سر پر معمول کے مطابق اسکارف تھا' پاؤں میں نازک سی سینڈل تھی جو سردی کو روکنے کے لیے ناکافی تھی۔ تبھی تو پاؤں کی انگلیاں یخ ہوکر نیلی ہونی شروع ہوگئی تھیں جب کہ کھڑکی کے پٹ پر دھری اس کی انگلیاں گویا برف بن گئی تھیں۔ مسلسل کھڑے رہنے سے اسے اپنی ٹانگیں بھی شل ہوتی محسوس ہوئیں لیکن اس وقت اسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہر احساس سے لاتعلق ہورہی تھی یا پھر لاتعلق ہونے کی کوشش کررہی تھی۔

زندگی اسے جس دوراہے پر لے آئی تھی' اس کے بارے میں تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا' بھلا ایسی زندگی کے بارے میں وہ سوچ بھی کیسے سکتی تھی جہاں سب کچھ اس کی توقع اور خواہشات کے برعکس ہوا تھا۔ اسے اپنے اندر دور دور تک سناٹے اترتے محسوس ہوئے۔

باہر بارش ایک بار پھر زور پکڑ چکی تھی۔ قطروں کی صورت میں گرتا پانی ہر چیز کو دھندلا رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اس کی آنکھوں کی دھند میں ہر منظر دھندلا کر رہ گیا تھا۔ سامنے میز پر دھرا وہ سفید لفافہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ اس لفافے میں کیا تھا' وہ کھولے بغیر بھی یہ بات جانتی تھی اور اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی عمر ایسا کرسکتا تھا؟ وہ سچ مچ اتنی آسانی سے اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرسکتا

ہے، وہ اس سے ناراض تھا‘ وہ جانتی تھی مگر وہ اس قدر ناراض تھا یہ اس کے گمان تک میں نہیں تھا۔

عمر کی شادی کا کارڈ‘ وہ صبح وصول کرچکی تھی مگر اب اس سفید لفافے کو چاک کرنا‘ اسے دنیا کا سب سے دشوار کام لگ رہا تھا۔ وہ عمر کی زندگی میں بس اتنی ہی اہمیت رکھتی تھی؟ اسے یقین نہیں آرہا تھا مگر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ وہ عمر کی زندگی میں جس طرح داخل ہوئی تھی‘ اسے یہ بات بھولنی نہیں چاہیے تھی۔ جو رشتہ قائم ہی سمجھوتے کی بنیاد پر ہوا تھا‘ وہ بھلا کب تک چلتا‘ ہاں اگر اس کے نرم رویوں اور اچھے سلوک سے وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہوئی تھی تو یہ اس کی اپنی غلطی تھی وگرنہ عمر کے بارے میں تو وہ شروع دن سے ہی ہر بات سے واقف تھی‘ سارا بچپن اس کے ساتھ کھیلتے کودتے گزرا تھا اور پھر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد بھی وہ کہاں اس سے غافل ہوئی تھی۔ اس کی سرگرمیاں‘ مشاغل‘ عادتیں‘ کچھ بھی تو اس سے مخفی نہیں تھا اور اس نے پھر بھی چاہا کہ عمر کو بدل دے تو یہ اس کی خوش فہمی ہی تھی......!

اب وہ شخص اپنی گم گشتہ محبت کی طرف لوٹ رہا تھا تو اسے دکھ کیوں ہورہا تھا۔ کیوں رگ و پے میں اذیت کا احساس ابھر رہا تھا۔ وہ خود ہی تو عمر حسن کو اجازت دے کر آئی تھی کہ وہ جو چاہے کرے‘ اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گی اور پھر اسے عمر حسن سے محبت بھی تو نہیں تھی پھر کیوں اسے کھونے کا احساس ہر احساس پر حاوی ہورہا تھا......

شاید جانے انجانے میں وہ ان راستوں کی عادی ہوگئی تھی جو اس شخص تک جاتے تھے اور اب وہاں سے واپس پلٹنا اس کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگیا تھا۔

سرد ہوا کا جھونکا جونہی اس کے چہرے سے ٹکرایا اس کے ساکت وجود میں کچھ حرکت ہوئی۔ آہستگی سے کھڑکی کے پٹ بند کرتے ہوئے اس نے وہیں ٹھنڈے شیشے سے پیشانی ٹکادی۔ آج اس میں گھر جانے کی ہمت نہیں تھی حالانکہ آفس ٹائم تو کب کا ختم ہوچکا تھا لیکن اسے پتا تھا وہ گھر کے کسی فرد کا سامنا نہیں کرپائے گی‘ اپنی ضد کے ہاتھوں وہ اپنا اتنا بڑا نقصان کرلے گی‘ یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ وہ بھلا عمر حسن کی زندگی میں تھی ہی کہاں......؟

وہ اگر اس کا خیال رکھتا تھا اسے اہمیت دیتا تھا تو اس میں نیا کیا تھا...... ایسا تو وہ ہمیشہ سے کرتا آرہا تھا‘ وہ اس سے محبت تو نہیں کرتا تھا اور جس سے محبت کرتا تھا‘ اسے اب اپنی زندگی میں شامل کررہا تھا...... وہ لڑکی جو ہمیشہ سے عمر کی زندگی میں تھی اور جس نے شاید عمر کی زندگی میں رہنا تھا وہ ملیحہ احمد جس سے عمر حسن محبت کرتا تھا اور جس سے عمر نے شادی کے بعد بھی مسلسل رابطہ رکھا تھا...... اور اب وہ عمر کی محبت کو کھلم کھلا وصول کرنے اس کی زندگی میں شامل ہونے جارہی تھی۔ رابعہ کو اپنے اندر چھن سے کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا۔ اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر کھڑکی کے پار دیکھا جہاں تاریکی بڑھتی جارہی تھی‘ اسے ایسی ہی سیاہی اپنے نصیب پر پھرتی محسوس ہوئی۔ اتنا دکھ تو اسے تب بھی نہیں ہوا تھا جب محض شادی سے ایک ہفتہ پہلے تیمور نے اس سے شادی سے انکار کردیا تھا۔ وہ تیمور جسے وہ پسند کرتی تھی جسے وہ اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی‘ جس سے وہ دس سال منسوب رہی تھی۔ اس نے بنا کسی جواز کے جب اسے ٹھکرایا‘ وہ ساکت ہی تو رہ گئی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹوٹ کر بکھرتی‘ عمر نے آگے بڑھ کر سہارا دیا‘ اس سے دوستی کا حق نبھایا‘ اسے اپنا نام دیا اگر رشتے اس کی کمزوری نہ ہوتے تو شاید وہ عمر کا احسان کبھی نہ لیتی کیونکہ بطور ہم سفر‘ عمر جیسا شخص اسے مر کر بھی قبول نہیں تھا جس میں ہر وہ بُرائی تھی‘ جس سے اسے چڑ تھی مگر جب عمر اپنی محبت کو رشتوں پر قربان کرسکتا تھا پھر وہ تو لڑکی تھی‘ اس نے تو سر خم کرنا ہی تھا...... لیکن عمر اس کے ساتھ ایسا کرے گا‘ یہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ ٹھنڈے شیشے پر دوبارہ اپنی پیشانی ٹکاتے ہوئے وہ اپنے عظیم احساسِ زیاں کے بارے میں سوچنے لگی‘ کیا کچھ نہیں تھا جو اسے یاد آرہا تھا......! ٹھنڈک اس کے اندر اترنے لگی‘ لیکن اس جلن کو ختم نہ کرسکی جو اسے اندر سے سلگا رہی تھی‘ جسے شاید کبھی ختم نہیں ہونا تھا۔

❖......◉......❖

"بس کرو عمر! کیا پوری دکان خرید لینی ہے؟" ملیحہ نے عمر کو ایک اور سوٹ خریدتے دیکھا تو چیخ پڑی‘ عمر مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم پر اچھا لگے گا‘ اس لیے خرید رہا ہوں۔"

"مجھ پر تو خیر ہر سوٹ ہی اچھا لگے گا‘ تم اب بس کرو۔ یہ دسواں سوٹ خریدا ہے تم نے‘ پتا ہے کتنا لمبا چوڑا بل بنے گا؟" ملیحہ نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔ جواب میں عمر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سوٹ پیک کروانے لگا‘ وہ دونوں پچھلے چار گھنٹوں سے بازاروں کی خاک چھان رہے تھے‘ عمر نے ملیحہ کے آگے چیزوں کے ڈھیر لگادیئے۔ جس جس چیز پہ وہ ہاتھ رکھتی گئی‘ وہ خریدتا گیا۔ وہ اتنی بے دردی سے پیسہ لٹا رہا تھا کہ خود ملیحہ بھی دنگ رہ گئی کیونکہ اس نے آج سے پہلے اسے یوں فضول خرچی کرتے دیکھا بھی تو نہیں تھا۔

"کیا بات ہے عمر! آج بہت خوش نظر آرہے ہو‘ خیر تو ہے؟" وہ دونوں بوتیک سے باہر نکلے تو عمر کے ساتھ چلتے ہوئے ملیحہ نے آخر پوچھ ہی لیا۔ عمر کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ بکھری۔

"تمہارے ساتھ ہوں‘ خوش تو ہونا ہی ہے۔"

"مسکہ بازی نہیں...... میں تو ہمیشہ ہی تمہارے ساتھ رہی ہوں‘ تم آج کچھ زیادہ ہی خوش ہو۔ بتاؤ نا کیا بات ہے؟"

"اچھا! تو تم سے میری خوشی ہضم نہیں ہورہی۔ سال کا آخری دن ہے یار! ہنسی خوشی اسے رخصت کرنا چاہیے اور تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ میں اب پہلے جیسا نہیں رہا‘ اب پہلے جیسا بن رہا ہوں تب بھی تمہیں اعتراض ہے؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جیولری شاپ میں داخل ہوگیا۔ ملیحہ جانتی تھی عمر کی خوشی کا محرک کیا ہے اور اب اگر وہ اپنے منہ سے اسے کچھ نہیں بتارہا تھا تو اسے خود ہی سمجھ جانا چاہیے تھا۔

"خیر تو ہے‘ شادی کی ساری شاپنگ کیا آج ہی کرنی ہے؟" باہر موسم کے تیور خطرناک ہورہے تھے تبھی ملیحہ نے مسکراتے ہوئے عمر سے پوچھا۔ جواب میں وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوگیا پھر اس کی گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ذرا سا مسکرایا۔

"شاید! پھر پتا نہیں تمہارے ہاتھ لگوں نہ لگوں۔"

"تو اسی لیے آج مجھے اتنا خوش کررہے ہو؟"

"ہاں! کہتے ہیں نا کہ جتنا پُرانا تعلق ہو اسے اتنے ہی شان دار طریقے سے نبھایا اور چھوڑا جائے‘ سو میں بھی ایسا ہی کررہا ہوں۔" لفظوں میں سنجیدگی جب کہ آنکھوں میں شرارت رقص کررہی تھی تبھی ملیحہ نے اسے ڈپٹا۔

"شٹ اپ عمر! فضول بکواس نہیں۔"

"اوکے بابا! بریسلیٹ تو پسند کرو‘ دیکھو کون سا ڈیزائن سب سے اچھا ہے۔" عمر نے اس کا دھیان بٹایا اور پھر ایک نازک سا بریسلیٹ انہیں پسند آہی گیا۔ ادائیگی کرنے کے بعد وہ جونہی شاپ سے باہر نکلے‘ بوندا باندی شروع ہوچکی تھی۔ دونوں بھاگتے ہوئے گاڑی تک پہنچے۔ پچھلی سیٹوں پر شاپنگ بیگز کا ڈھیر تھا۔ اگلا دروازہ کھول کر عمر نے جیسے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی‘ دوسری طرف سے ملیحہ بھی اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی۔

"اب گھر چلنا ہے یا پھر......!" عمر نے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑی۔ ملیحہ نے خفگی سے گھورا۔

"گھر چلو پہلے ہی اتنی لیٹ ہوگئی ہوں میں‘ مما نے تو اچھی خاصی کلاس لے لینی ہے میری آج!"

"تمہاری فلائٹ میں تو ابھی ٹائم ہے۔" عمر نے اپنا دھیان ونڈ اسکرین پر مرکوز رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹائم تو ابھی کافی ہے مگر پیکنگ کرنی ہے‘ مما نے کہا بھی تھا کہ جلدی آنا مگر تم ہمیشہ کی طرح صرف اپنی چلاتے ہو‘ میری مانتے ہی کب ہو۔"

"تمہیں اب بھی مجھ سے شکوہ ہے۔" عمر نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا‘ اس کی نظروں میں سنجیدگی تھی‘ ملیحہ بھی چپ سی ہوگئی‘ وہ ان نظروں کا مفہوم سمجھتی تھی۔

"بڑے چالاک ہو‘ بات کو اپنی مرضی کا رنگ کیوں

دے رہے ہو؟ ویسے ایک سوال پوچھوں' مائنڈ تو نہیں کرو گے؟"

"تم نہ بھی پوچھو تو میں بتا دیتا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہ رہی ہو۔" وہ یقین سے بولا۔

"کیا بھلا......؟" ملیحہ ٹھٹکی۔

"یہی کہ میں نے رابعہ کے حوالے سے کیا سوچا ہے؟" وہ سرد انداز میں بولا اور ملیحہ نے بے ساختہ اپنی سانس روکی۔ وہ حقیقتاً یہی تو پوچھنا چاہتی تھی۔ "میں نے تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ تو کیا تھا اور میں اس پر عمل بھی کر چکا ہوں پھر اور کیا سوچنا ہے؟"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو گے؟" ملیحہ دبے دبے انداز میں چیخی۔ اسے عمر سے اس جواب کی توقع نہیں تھی بلکہ جتنا خوش وہ آج نظر آ رہا تھا۔ وہ اس سے اس بات کی توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"میں نے کہا ضرور تھا مگر میرا نظر ثانی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا' میں نے یونہی تمہیں مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ بولا تھا۔"

"تم بہت بڑی حماقت کر رہے ہو۔" ملیحہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔ اگر عمر اس کے سمجھانے سے سمجھ جاتا' تو وہ اسے ضرور سمجھا دیتی مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اب کوئی بات نہیں سمجھے گا۔

"تم میری فکر مت کرو' میں بہت خوش ہوں اپنے فیصلے سے......" ملیحہ کے گھر کے آگے گاڑی روکتے ہوئے وہ بشاشت سے مسکرایا' وہ خاموش رہی۔ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ شاپنگ بیگز نکالتے ہوئے اس نے عمر کا ایک بار پھر رسمی شکریہ ادا کیا اور پھر الوداعی نظر اس پر ڈالتے ہوئے گھر کے اندر چلی آئی۔ عمر نے گاڑی ریورس کی اور پھر پھولوں کی دکان کا رخ کیا۔ وہ جانتا تھا ملیحہ کو اس کا فیصلہ پسند نہیں آیا اور شاید وہ اس سے ناراض بھی ہو گئی تھی مگر وہ مطمئن تھا اور اسے ہنسی آ رہی تھی کہ جب ملیحہ کو سچ پتا لگے گا تو وہ اس کا کیا حشر کرے گی۔ پھولوں کی دکان پر گاڑی روکتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑکا تھا۔ کوئی یاد اچانک ذہن کے پردوں پر سرسرائی تھی' اس کے ہونٹوں پر مبہم سا تبسم بکھرا اور وہ پھولوں کو دیکھتا ہوا دور بہت دور یادوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگا۔ وہ یادیں جو اس کا سرمایہ تھیں......اور وہ یادیں جنہوں نے اسے زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا تھا۔ اسٹیئرنگ وہیل پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے سوچا کہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں کسی ایک کے آپ کی زندگی سے چلے جانے سے زندگی رک نہیں جاتی لیکن کوئی یہ بھی تو نہیں جانتا کہ لاکھوں کے مل جانے سے بھی اس ایک کی کمی پوری نہیں ہو سکتی اور اس کی زندگی میں بھی اس ایک کی کمی اس کے لیے ہر دوسری شے کو بے معنی اور ویران کر رہی تھی۔

❖......◉......❖

"عمر!" رابعہ حلق کے بل چلائی۔ "میں کہتی ہوں باز آ جاؤ' ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے وہ قدرے روہانسے انداز میں بول رہی تھی مگر عمر کے کان پر تو جوں تک نہ رینگی' میگزین کو ہوا میں لہراتا' وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ رابعہ تھک کر زینے کے پاس ہی کھڑی ہو گئی اور بُری طرح ہانپتے ہوئے اسے جلی کٹی سنانے لگی جو پچھلے پندرہ منٹوں سے اس کا پسندیدہ جریدہ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اسے خوار کر رہا تھا۔ اسی پل ماہم لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر آئی اور اس کا سرخ تمتماتا چہرہ دیکھتے ہوئے ہنس کر بولی۔

"آج تو جلال آیا ہوا ہے رخِ مبارک پر...... خیر تو ہے؟"

"بس یار! وہ اسٹوپڈ تنگ کر رہا ہے مجھے......" اس نے عمر کی طرف اشارہ کیا۔ "گھر میں قدم بعد میں رکھتا ہے اور مجھے ستانا پہلے شروع کر دیتا ہے۔ پورے ماہ میں نے جس میگ کا انتظار کیا' وہ میرے ہاتھوں سے چھین کر لے گیا۔ مجھے تو کھول کر دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا۔"

"تو کھول کر دیکھنا بھی کیوں ہے؟ تمہاری وہ گھسی پٹی نقل شدہ شاعری تو پبلش ہونے سے رہی۔" گرل پر دونوں بازو ٹکائے وہ اوپر سے جھانک کر بولا۔ انداز سراسر چڑانے والا تھا اور وہ چڑ بھی گئی۔

"ہاں' تم تو بدفالیں ہی منہ سے نکالو گے' تم سے بھلا میری خوشی اور شہرت کہاں ہضم ہو گی۔"

"ہاہ' ہاہ! شہرت؟" وہ استہزائیہ ہنسا۔ "کبھی بھولے سے تمہارا ایک شعر تو چھپا نہیں پھر وہ کون سی شہرت ہے جو مجھ سے ہضم نہیں ہو گی؟"

"میرا دماغ مت چاٹو' واپس کرو میرا میگزین......"

رابعہ اس سے بحث میں جیت نہیں سکتی تھی تبھی جھنجلا کر اسے گھورنے لگی۔

"کیوں! میں کیوں دوں؟ تم واپس کرتی ہو میری سی ڈیز؟ ایک لاؤ اس کے اگلے دن غائب...... تم کیا سمجھتی ہو' تم یوں میری چیزوں کا صفایا کرو گی اور مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔" وہ قدرے لڑاکا انداز میں بولا اور رابعہ کی اب سمجھ میں آیا کہ وہ اسے اتنا تنگ کیوں کر رہا تھا' صرف بدلہ چکانے کے لیے یا پھر اسے آئندہ کے لیے باز رکھنے کے لیے...... رابعہ نے تاسف سے لمبا سانس کھینچا۔

"تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ مجھے یوں ستا کر اچھے کام سے باز رکھ سکتے ہو تو سن لو کہ میں باز آنے والی نہیں۔ کتنی بار کہا ہے دشمن ممالک کی موویز کو اتنے شوق سے مت دیکھا کرو' ان بے حیا عورتوں کو دیکھ کر کیوں اپنے گناہوں میں اضافہ کر رہے ہو؟ انہیں تو پیسہ اور شہرت ملتی ہے' تمہیں گناہ کے سوا اور کیا ملتا ہے؟" چہرہ اوپر اٹھائے وہ قدرے جارحانہ انداز میں اس سے مخاطب تھی' باتیں وہی پرانی تھیں لیکن ہر بار وہ اس امید پر اسے سمجھاتی کہ شاید اس پر اثر ہو ہی جائے مگر وہ عمر ہی کیا جس پر اس کی کسی بات کا اثر ہو جائے۔ وہ اس کے آخری سوال پر دل کھول کر ہنسا اور پھر شانے اچکاتے ہوئے مصنوعی بے نیازی سے بولا۔

"میں تو صرف وقت گزاری کے لیے دیکھتا ہوں اور تمہارے اس طرح روکنے سے کیا میں رک جاؤں گا؟"...... میں اگر گوشہ نشین ہو گیا تو میرے ہجر میں سوکھ کر کانٹا ہونے والیاں بہت ہیں شاید وہ چار خودکشی بھی کر لیں اور میں بہرحال اتنا ظالم نہیں ہوں۔ ہاں تم ملالی بن سکتی ہو' تمہارے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں صرف ایک "ہٹلر تیمور" ہی ہے اور وہ تو تمہیں ہر حال میں قبول کر ہی لے گا۔"

"کیا! یہ تم نے ہٹلر کسے کہا؟" رابعہ کے بولنے سے پہلے ہی بہت دیر سے خاموش کھڑی ماہم چیخ پڑی۔ آخر اس کے بھائی کا معاملہ تھا' چپ کیسے رہتی' انہیں یوں سلگتے دیکھ کر وہ اور شیر ہوا۔

"وہ ایک ہے نا تمہارا نام نہاد بھائی' رابعہ صاحبہ کا منگیتر...... جو بولتا بھی یوں رُک رُک کر ہے جیسے بولنے پر بھی ٹیکس لگا ہے۔ شریف' باکردار' لڑکیوں سے بھاگنے والا' سنجیدہ...... اسے کیا پتا اس کے پیچھے کس بلا نے پڑنا ہے۔ ویسے ایک بات بتاؤں' وہ بہت گھنا ہے۔ ایڈووکیٹ ہے نا! اپنی ذات پر بہت سے خول چڑھا رکھے ہیں' جب اتریں گے تب پتا چلے گا۔" وہ تاسف سے دونوں کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت واضح تھی تبھی تو رابعہ کا غصہ بھی سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔

"آنے دو انہیں...... تمہارے یہ سارے نادر خیالات ان تک نہ پہنچائے تو کہنا...... پھر مانگتے پھرو گے معافیاں۔ پلیز رابعہ اب کی بار معاف کر دو' پھر تنگ نہیں کروں گا تمہیں......" اس نے عمر کے لہجے کی نقل اتاری جس پر وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

"وہ دور گیا ڈیئر کزن! اب تو خواب میں بھی تم سے معافی نہ مانگوں اور تمہارے اس ہٹلر سے میں ڈرتا ہوں کیا؟ میں تو اپنے باپ سے نہیں ڈرتا......" اس نے کان پر سے مکھی اڑائی۔

"بس کرو عمر! کیوں تنگ کر رہے ہو اسے...... چار دن کے لیے آتے ہو تو امن و سکون کے ساتھ رہا کرو۔ کیوں آتے ہی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو؟" ماہم نے خاموش تماشائی بننے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے ڈپٹا' تبھی عمر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی رابعہ نے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

مداخلت کی۔

"رہنے دو ماہم! اس پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ویسے بھی جس طرح کی صحبت میں یہ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کی اصلاح کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔" ایک کٹیلی نظر عمر کے رنگ بدلتے چہرے پر ڈالتے ہوئے وہ منظر سے غائب ہوگئی اور اس کے منظر سے ہٹتے ہی وہ دھپ دھپ سیڑھیاں اترتا نیچے آ گیا۔

"کیا ملتا ہے عمر! یوں بچوں کی طرح اسے ستا کر......؟ اب تو تم بڑے ہو گئے ہو۔ چھوڑ دو اپنی یہ بچکانہ حرکتیں' ماہم نے اسے سامنے دیکھتے ہی لتاڑا پھر اس کے سنجیدہ چہرے پر نظر پڑتے ہی مزید کچھ کہنے کا ارادہ موقوف کر دیا۔

"میں تو صرف مذاق کر رہا تھا اس سے مگر......" اس نے سختی سے اپنے لب بھینچے جیسے خود کو کچھ سخت کہنے سے روک رہا ہو۔ خفگی اس کی چہرے سے عیاں تھی۔ ماہم نے محتاط نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا......؟"

"وہ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے' بہت نیک ہے' بہت پارسا ہے؟ اونہہ! ہے تو ہوا کرے۔ اپنے نظریات دوسروں پر ٹھونسنے والی وہ کون ہوتی ہے؟ میں کیسا ہوں' میری کمپنی کیسی ہے' وہ اعتراض کرنے والی کون ہوتی ہے؟" ہاتھ میں پکڑا میگزین صوفے پر اچھالتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ پتا نہیں کس بات نے اسے اس قدر مشتعل کیا تھا۔ جب کہ اس کے اتنے سخت الفاظ پر ماہم کے ساتھ لاؤنج کے دروازے پر کھڑی رابعہ بھی جیسے ساکت رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عمر نے یہ الفاظ اس کے لیے بولے ہوں۔

❖......◉......❖

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

رابعہ کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب پیچھے سے عمر کی آواز سن کر بے ساختہ ٹھٹکی مگر اس نے کوئی تاثر نہیں دیا' ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی۔ آج عمر نے جتنا دکھی اسے کیا تھا' وہ اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی۔ وہ شروع سے ہی ایسا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلتا کودتا اور آخر میں اسے رلا کر چلا جاتا۔ پتا نہیں کیوں' وہ صرف اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں کرتا تھا اور عجیب بات تھی اس کے باوجود دونوں کی مثالی دوستی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں' سنائی نہیں دے رہا؟" وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ لہجہ استحقاق سے بھرپور تھا جب کہ اس کی نظریں اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں جہاں خفگی' غصہ اور برہمی عیاں تھی۔ اس کی قریب آنے پر رابعہ کے ماتھے کی شکنوں میں اور بھی اضافہ ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری' میں کچھ زیادہ بول گیا۔ میں جانتا تھا تم سن رہی ہو مگر تمہیں ماہم کے سامنے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔" سلیب سے ٹیک لگائے ہوئے وہ نرمی سے بولا' لہجے سے معمول کی شوخی مفقود تھی' رابعہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"کوئی بات نہیں' آئندہ کچھ نہیں کہوں گی' جاؤ یہاں سے......"

"کیوں کچھ نہیں کہو گی؟ سوری بولا تو ہے۔" رابعہ کی بات نے اسے تکلیف پہنچائی تھی' تبھی وہ تڑپ کر بولا۔

"تم جو چاہو کہو اور میں تھوڑا سا کچھ غصے میں کہہ جاتا ہوں تو تم مائنڈ کر جاتی ہو' میں تمہیں اپنی ذاتی باتیں اس لیے تو نہیں بتاتا کہ تم ان کی تشہیر کرو؟ آج کل کے لڑکے کیا کچھ نہیں کر رہے مگر تمہیں میرے ذرا ذرا سے کام گناہوں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔"

"تمہیں شارجہ پڑھنے کے لیے بھیجا ہے' گناہوں کی ڈگری لانے نہیں۔ تیمور بھی تو ہیں یورپ سے پڑھ کر آئے ہیں' تم نے کبھی ان کے بارے میں کوئی غلط بات سنی؟ مگر میں تمہیں کہنے والی کون ہوتی ہوں' مجھے حق ہی کیا ہے تمہیں کچھ کہنے کا......!" وہ جو جذبات میں آ کر اسے سمجھانے چلی تھی اچانک اس کے الفاظ یاد آتے ہی بے ساختہ رک گئی' آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھی چمکنے لگی تھی۔ عمر جو دھیان سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آخری بات پر دھیرے سے ہنسا۔

"ایک تمہیں ہی تو حق ہے مجھے کچھ بھی کہنے کا۔" اور پھر اس کی چائے والا کپ جھپٹ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

"عمر واپس کرو میرا کپ!" رابعہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھ کر اس سے کپ چھیننے لگی مگر اس چھینا جھپٹی میں چائے چھلک کر عمر کے ہاتھ پر گر گئی۔ گرم گرم چائے نے اس کا ہاتھ بڑی بُری طرح جلایا تھا۔ وہ سرعت سے پیچھے ہٹی' عمر بھی کپ رکھ کر اپنا ہاتھ سہلانے لگا۔

"اوہ......سوری......! زیادہ جلن تو نہیں ہو رہی؟" اسے تکلیف میں دیکھ کر وہ فوراً اپنی ناراضی بھول گئی اور کچھ وہ تھی بھی نرم دل۔ کسی کو ذرا سی تکلیف میں دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔ عمر نے اس کی ہیزل گرے آنکھوں میں جھانکا' جہاں تشویش تھی۔ اس نے بے ساختہ سکون کا سانس لیا۔

"یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت کم ہے جو تمہاری ناراضی سے مجھے ہوتی ہے اور آج تو میں تمہیں کچھ بتانے والا بھی تھا مگر تم خفا ہو کر بیٹھ گئیں۔" اس نے کیبنٹ سے برنال نکال کر ہاتھ پر لگایا اور دوبارہ سے کپ اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

"ابھی تو کام کر رہی ہوں پھر تیمور نے بھی آج آنا ہے' ان کے لیے ان کی پسند کی ڈشز تیار کرنی ہیں تم فارغ ہونے تک میرا انتظار کرو۔" تیمور کا ذکر کرتے ہی اس کے چہرے پر یک دم رونق بکھر گئی تھی اور اس رونق کو عمر نے بطور خاص نوٹ کیا تھا' وہ تیزی سے سبزیاں کاٹ رہی تھی' عمر کچھ لمحوں کے لیے بالکل چپ سا ہو گیا۔

"آنٹی اور ماہم کہاں ہیں' کوئی نظر نہیں آ رہا؟" جو سوال سب سے پہلے پوچھنا چاہیے تھا' وہ اب پوچھ رہا تھا۔ رابعہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں نہیں پتا' وہ کہاں ہیں؟"

"نہیں تو...... میں تو ابھی باہر سے آیا ہوں۔"

"اچھا! وہ تیمور کو ریسیو کرنے ائرپورٹ گئی ہیں۔ تمہیں بتایا تو ہے وہ آج آ رہا ہے۔"

"لو! وہ کون سا پہلی بار آ رہا ہے اور کون کون گیا ہے ساتھ؟" عمر چاہ کے بھی اپنی ناگواری چھپا نہیں پایا۔

"پاپا اور انکل ہوں گے اور بھلا کس نے ہونا ہے......اور دراصل ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو سب کو فکر ہو رہی تھی۔ میں تو خود جانا چاہ رہی تھی مگر مما نے روک دیا۔" رابعہ نے منہ بسورا۔

"تمہیں بہت فکر ہے اس کی......" عمر کا لہجہ خود بخود سرد ہوا تھا جسے رابعہ نے اپنی جھونک میں محسوس ہی نہیں کیا۔

"ہاں ہے' ایک وہی تو ہیں جن کی فکر مجھے ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے۔" تیزی سے کام نمٹاتے ہوئے وہ عمر کو جیسے لاجواب کر گئی تھی۔ عمر کچھ پل کھڑا رہا پھر سر جھٹکتے ہوئے بات بدل کر بولا۔

"میں تمہارے لیے تمہاری فیورٹ چاکلیٹس لایا تھا۔ تم ناراض تھیں نا! مجھے لگا' باتوں سے تو پتا نہیں مانو گی یا نہیں...... تمہارے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ آیا ہوں۔" وہ پھر اپنی پُرانی جون میں لوٹ آیا' اسے اپنا لہجہ بدلنے میں منٹ ہی تو لگتا تھا۔

"اوکے! گریٹ تھینکس...... اب نکلو باہر باتیں کرتے رہو گے تو مجھ سے کچھ بھی ٹھیک نہیں بنے گا۔"

"وہ ہٹلر تو پھر بھی تمہاری تعریف نہیں کرے گا' کوئی اور تو شاید مروت کے مارے کر بھی دے۔" عمر نے چائے کا کپ پٹختے ہوئے مصنوعی تاسف سے لمبا سانس کھینچا۔ رابعہ اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔

"اور تم جلتے ہو میری تعریفوں سے...... ہے نا!"

"اونہہ! میں کیوں جلوں گا؟ بڑی آئیں ٹک کہیں کی......!" کچن سے باہر نکلتے نکلتے بھی وہ اس پر چوٹ کرنا نہیں بھولا تھا' رابعہ نے مسکراتے ہوئے اسے باہر نکلتے دیکھا اور پھر سر جھٹک کر دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

❖......◉......❖

سرخ سنگ مرمر سے بنی ہوئی یہ قدیم عمارت آج بھی اپنے دیکھنے والوں کو مبہوت کردیتی تھی۔ جتنی شان دار یہ عمارت تھی اس سے بڑھ کر اس میں رہنے والے لوگ تھے۔ محبتوں، چاہتوں اور خلوص سے گندھے ہوئے یہ لوگ۔ جن کے لیے ایک دوسرے کی محبت ہی دنیا کی سب سے بڑی دولت تھی۔ ''حیات ولا'' اپنی مثالی محبت کی وجہ سے پورے خاندان میں ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔ اس گھر پر بزرگوں کا سایہ تو نہیں تھا مگر پھر بھی باہمی اتفاق قابلِ دید تھا۔ عظیم حیات اور سکندر حیات دونوں بھائیوں کا پیار بھی قابلِ رشک تھا۔ عظیم اپنے دو بچوں تیمور اور ماہم کے ساتھ فرسٹ فلور پر رہائش پزیر تھے اور سکندر اپنی اکلوتی بیٹی رابعہ کے ساتھ سیکنڈ فلور پر رہتے تھے۔ دونوں بھائیوں کی بیگمات بھی سگی بہنیں تھیں لہٰذا ان کی بھی آپس میں خوب بنتی تھی۔ ولید حیات ان کا سب سے چھوٹا بھائی تھا، جو عرصہ پہلے بھری جوانی میں اس دنیا سے کوچ کرگیا تھا۔ اپنے پیچھے انہوں نے عمر حسن کو چھوڑا تھا، جو ماں کی موجودگی میں بھی ماں کی محبت سے محروم رہا تھا کیونکہ ولید کی حادثاتی موت کے بعد حیات ولا میں سارا ولید کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ ننھے سے عمر کو لے کر وہ اپنے والدین کے گھر واپس لوٹ گئی تھی لیکن جب دوسری شادی کا مرحلہ درپیش آیا تب عمر کو واپس اس کے ددھیال بھیجنا اس کی مجبوری ٹھہری۔ عائشہ اور فاخرہ دونوں بہنوں نے عمر کو اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر پالا، مگر پھر بھی اس کی ذات میں رہ گیا تھا۔ بظاہر تو وہ بہت شوخ، چنچل اور زندہ دل تھا مگر پھر بھی کوئی محرومی تھی جو اسے ڈھنگ سے خوش ہونے نہیں دیتی تھی۔ ان دنوں وہ شارجہ کی ''امریکن یونیورسٹی فارمین'' میں زیرِ تعلیم تھا۔ آخری سال تھا، سو خوب محنت کررہا تھا۔ تیمور ایل ایل بی کے بعد ان دنوں اپنی پریکٹس میں مصروف تھا۔ سنجیدہ، سوبر، خاموش طبع سا تیمور، رابعہ کو ہمیشہ اپنا آئیڈیل لگا تھا۔ وہ اس کو پسند کرتی تھی اور منگنی کے بعد اس پسندیدگی میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا تھا، دوسری طرف تیمور کا رویہ ہنوز پہلے جیسا ہی تھا۔ وہ رابعہ کو اتنی ہی اہمیت دیتا تھا جتنا کہ گھر کے کسی بھی دوسرے فرد کو...... اور رابعہ کو اس کی یہ احتیاط اور کام سے کام رکھنے والی عادت بے حد پسند تھی۔ وہ اسے آج کل کے لڑکوں سے قدرے ہٹ کر لگتا تھا۔ ایم اے جرنلزم کے بعد وہ ان دنوں گھر میں رہ کر کوکنگ وغیرہ سیکھ رہی تھی بلکہ اب تو وہ گھریلو کاموں میں بھی کافی طاق ہوگئی تھی۔ اس نے ہر وہ چیز سیکھ لی تھی جسے تیمور پسند کرتا تھا اور اس نے خود کو بھی کافی حد تک اس کی پسند کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ماہم نے دو سال پہلے ہی یونیورسٹی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اب گھر میں رہ کر چھوٹے چھوٹے کورس کررہی تھی۔ رابعہ کی طرح وہ بھی کچھ ہی عرصہ پہلے منگنی کے بندھن میں باندھ دی گئی تھی۔ شہریار اس کا ماموں زاد تھا اور عنقریب وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے جارہے تھے۔ تیمور ان دنوں اپنے کسی کیس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا، وہاں جاکر اس کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی، اب واپسی پر عمر، رابعہ اور فاخرہ بیگم کے علاوہ باقی سب اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ گئے ہوئے تھے۔ وہ گھر بھر کا چہیتا جو تھا، سو سب کی محبتیں وصول کرنا اپنا حق سمجھتا تھا اور ایسے میں عمر حسن کو اپنی ذات کے خلاء میں کسی ایک محبت کی کمی کا شدت سے احساس ہونے لگتا تھا۔

❖......◉......❖

رات کے آٹھ بج رہے تھے جب تیمور کی گاڑی ''حیات ولا'' کے سامنے رکی۔ گاڑی کا مخصوص ہارن سنتے ہی چوکیدار نے فوراً گیٹ وا کردیا۔ تیمور اور عظیم حیات کی گاڑیاں آگے پیچھے پورچ میں آکر رکیں جونہی وہ لوگ گاڑیوں سے باہر نکلے، فاخرہ اور عمر نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس تیمور، ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔ ہاں بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ضرور ہوگیا تھا مگر شخصیت ہمیشہ کی طرح گریس فل ہی تھی۔ فاخرہ بیگم نے آگے بڑھ کر تیمور کو پیار کیا، اس کا حال احوال پوچھا، عمر نے بھی اخلاقیات نبھائی، پھر دونوں باتیں کرتے ہوئے اندر چلے آئے جب کہ کچن میں کھڑی کھانا تیار کرتی رابعہ نے کھڑکی سے ہی ان سب کو اندر آتے دیکھ لیا تھا۔ بوا جی، ان کی پرانی ملازمہ بھی اس کے ساتھ مدد کروارہی تھیں مگر ابھی بھی کچھ نہ کچھ بننے سے رہ ہی گیا تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب وہ اس کام سے فارغ ہوئی تو تھک کر چور ہوچکی تھی، ایک وقت میں ایک سے زائد ڈشز بنانے کا اسے پہلے تجربہ بھی تو نہیں تھا مگر بہرحال وہ مما کی نظروں میں سرخرو ضرور ہوئی تھی جنہوں نے اس پر کھانا پکانے کی ذمہ داری ڈالی تھی۔ تیمور کی پسندیدہ ڈشز تو اس نے دل لگا کر بنائی تھیں، وہ اسے کام چور اور پھوہڑ سمجھتا تھا، اس کی نظروں میں اپنا مقام بنانے کے لیے اتنی محنت تو کرنی ہی تھی۔ فریش ہونے اور تیمور کا حال احوال پوچھنے کے ارادے سے وہ جونہی کچن سے باہر نکلی، سامنے آتے عمر سے ٹکراتے ہوئے بال بال بچی۔

''دیکھ کر...... دیکھ کر...... ایسی بھی کیا بے صبری......؟'' عمر خباثت سے مسکرایا۔ رابعہ بُری طرح جھینپ گئی۔

''شرم کرو، چار گھنٹے ہوگئے کھپتے ہوئے...... کیا اب بھی باہر نا نکلوں......؟''

''تو چار گھنٹے کون سی میرے لیے کھپی ہو؟ اس نے تو ویسے بھی تمہاری تعریف نہیں کرنی۔ اسے تمہاری بنائی کوئی چیز پسند ہی کب آتی ہے۔'' عمر نے اسے آئینہ دکھانا چاہا مگر رابعہ اپنی کارکردگی پر مطمئن تھی تبھی شانے اچکاتی ہوئی بے نیازی سے بولی۔

''آج دیکھنا تعریفوں کے پُل باندھیں گے اور تم جل جل کر کباب ہوجانا۔''

''واہ رے خوش فہمی!'' دروازے سے ٹیک لگا کر وہ تمسخر سے بولا۔ ''لڑکیاں کتنی خوش فہم ہوتی ہیں بلکہ بے وقوف کہنا زیادہ مناسب ہوگا، عقل سے پیدل، بے چاری مخلوق......''

''ہٹو پرے! میرا تمہاری فضول بک بک سننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' رابعہ نے تپ کر اسے پرے ہٹانا چاہا جس پر وہ اور پھیل کر کھڑا ہوگیا۔ ایسے کہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں بچا۔

''میری پسند کا بھی کچھ بنایا ہے یا نہیں......'' پُرشوق نظریں اس پر جماتے ہوئے وہ اسے زچ کررہا تھا، رابعہ نے اسے دھکا دے کر پرے کیا۔

''اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے میرے پاس......'' اسے سلگا کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی اور پیچھے کھڑا عمر اس کی پشت کو گھور کر رہ گیا۔ وہ کچن میں پانی پینے آیا تھا مگر اب اس کا ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ رابعہ کی متوقع درگت کا سوچتے ہی اسے ڈھیروں ہنسی آنے لگی۔ تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے رابعہ کی محنت پر پانی پھیرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

❖......◉......❖

''آج تو تم نے کمال کردیا بھئی! میرے بغیر اتنا کچھ بنالیا؟'' ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے اتنے سارے لوازمات کو توصیفی نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہم نے رابعہ کو داد دی۔ ہمیشہ وہ دونوں مل کر کھانا پکاتی تھیں اور اکثر کھانے پکانے پر دونوں کا جھگڑا بھی ہوجاتا تھا کیونکہ کچن میں کھڑے ہوکر کام کرنا دونوں کو ہی دنیا کا سب سے دشوار ترین کام لگتا تھا۔ اپنی تعریف پر وہ ذرا سا مسکرائی اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی جب کہ عمر دبی دبی مسکراہٹ سے دونوں کو دیکھنے لگا۔

''اتنا کچھ بنانے کی کیا ضرورت تھی، ڈاکٹر نے مجھے پہلے ہی ہیوی کھانوں سے منع کیا ہے۔ ناحق تم نے اتنی زحمت کی۔'' تیمور براہِ راست رابعہ سے مخاطب تھا۔ جانتا تھا، اتنا تکلف اس کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ اس کی اس قدر صاف گوئی پر رابعہ کی مسکراہٹ یک دم پھیکی پڑی تھی۔ اس کی محنت کا وہ ہمیشہ یونہی صلہ دیا کرتا تھا۔

''چلو کوئی بات نہیں، میری بیٹی نے اتنی محنت سے بنایا ہے، ہم ہیں نا اتنے سارے کھانے والے! سب چٹ ہوجائے گا۔'' سکندر نے محبت پاش نظروں سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جس پر اس کا کھویا ہوا اعتماد تھوڑا بحال

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوا۔ وہ ہولے سے مسکرادی مگر اب اس کی مسکراہٹ میں وہ پہلی والی بات نہیں تھی۔

''اب تو ماشاء اللہ کافی طاق ہوگئی ہے کھانا پکانے میں' میں نے تو کچن میں جھانکا تک نہیں' سب کچھ بوا کے ساتھ مل کر بناتی رہی' ظاہری سی بات ہے' وہ لڑکی جو گھر گرہستی کے فن سے واقف نہیں' اس کی اعلیٰ ڈگریوں کا کیا اچار ڈالنا ہے؟'' فاخرہ بیگم نے بھی بیٹی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہی' جس پر عائشہ بیگم نے بڑھ کر تائید کی' انہیں رابعہ کون سی کم عزیز تھی۔ چکن رائس' اسپیگھٹی' ٹرائفل' مچھلی کے کباب' قورمہ' اسٹیم لیگ روسٹ' رائتہ' سلاد اور پاستا۔ رابعہ نے تیمور کی پسند کا کچھ بھی تو نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی پسند کی سبزی بھی بنا رکھی تھی تاکہ جو دل چاہے وہ کھالے۔ مگر جونہی تیمور نے چکن رائس کا پہلا چمچہ منہ میں ڈالا اس کے چہرے کے تاثرات حیران کن حد تک بدلے تھے۔ اتنی تعریفوں کے بعد وہ کم از کم اس طرح کے کھانے کی توقع نہیں کررہا تھا۔ چکن رائس میں سرخ مرچوں کی بھرمار تھی' اس نے جلدی سے پانی کا گلاس منہ سے لگایا' حلق بُری طرح جلن کا شکار ہوا تھا' وہ کھانس کر رہ گیا۔

''یہ چکن رائس میں سرخ مرچیں ڈالنے کی کیا تک بنتی ہے؟ مجھے تو ویسے ہی مرچوں سے الرجی ہے۔ رنگت دیکھیں...... یہ چاول اس طرح بنتے ہیں؟'' تیمور کو تو ویسے بھی رابعہ کے بنائے کھانوں میں نقص نکالنے کی عادت تھی اور آج تو واقعی حد ہوگئی تھی۔ فاخرہ بیگم جی بھر کے شرمندہ ہوئیں ابھی ابھی تو بیٹی کی ہونہاری پر بلند بانگ دعوے کررہی تھیں' تیمور نے جو پلیٹ پیچھے کھسکائی' رابعہ نے بغور اپنے سامنے پڑے چاولوں کی ڈش دیکھی' رنگت میں واقعی تبدیلی تھی' یہ ویسے تو نہیں تھے جو وہ بنا کر آئی تھی' کھانا چونکہ بوا نے سرو کیا تھا اس لیے وہ تبدیلی نوٹ نہ کرپائی تھی' ابھی وہ شش و پنج میں پڑی اس اچانک تبدیلی کا سوچ ہی رہی تھی جب ماہم نے بُری طرح کھانسنا شروع کردیا۔

''اُف رابی! یہ کیا عجوبہ بنایا ہے آج' قورمے میں لگتا ہے نمک کی پوری کان انڈیل دی ہے۔'' رابعہ کے چہرے پر یک دم شرمندگی کے تاثرات ابھرے تھے' وہ حیران و پریشان سی ماہم کو کھانستے ہوئے دیکھتی رہی۔ ابھی شرمندگی اور حیرت کے سمندر میں ہی غوطہ زن تھی جب عظیم صاحب نے بھی اپنی پلیٹ چھوڑ دی۔

''آج تو اسپیگھٹی بھی ٹھیک نہیں بنائی بیٹا! لیکن کوئی بات نہیں ہوجاتا ہے کبھی کبھی ایسا......'' انہوں نے ٹوکا ضرور تھا مگر لہجے میں معمول کی نرمی تھی۔ رابعہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اس نے بے ساختہ تیمور کی طرف دیکھا' جو سلاد سے مولی کے ٹکڑے منہ میں رکھ رہا تھا۔ کیا یہ سب کچھ آج ہی ہونا تھا' وہ بھی تیمور کی موجودگی میں......؟

''آج کچھ زیادہ ہی پُرجوش تھیں محترمہ! شاید اسی لیے سب کچھ گڑبڑ ہوگیا۔'' یہ تبصرہ عمر کی طرف سے تھا' دل جلانے والا طنزیہ! مزے سے ٹرائفل کھاتے ہوئے وہ اس کے فق پڑے چہرے سے حظ اٹھا رہا تھا۔ ٹرائفل میں اس نے کوئی گڑبڑ نہیں کی کیونکہ یہ خود اسے بھی بہت پسند تھا۔ رابعہ نے اس کی بات پر تڑپ کر اس کی طرف دیکھا' اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تیر رہی تھی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ بات کی اصل تہ تک پہنچ گئی تھی اور اب آنسو بھری ان ہیزل گرے آنکھوں میں عجیب سا دکھ اور ان کہا شکوہ تھا۔ عمر کے مسکراتے لب یک دم سکڑے تھے دل جو اس کی مدح سرائیوں پر خوشی سے ناچ رہا تھا ایک دم دھڑکنا بھول گیا' حتیٰ کہ ہاتھ میں پکڑا چمچہ بھی فضا میں ٹھہر سا گیا تھا۔ اس کی معمولی سی شرارت اور مذاق نے رابعہ کی کتنی دل آزاری کی تھی' وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تیمور کھانے سے خاصا بدمزا ہوکر کرسی گھسیٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے وہاں سے اٹھتے ہی باقی ماندہ افراد بھی باری باری اٹھنے لگے' اگر کسی نے اپنی نشست نہیں چھوڑی تھی تو وہ عمر تھا' رابعہ چاہتی تو سب کو عمر کے اس گھٹیا مذاق کے بارے میں بتاسکتی تھی مگر وہ چپ چاپ بنا ایک لفظ کہے' آنسو ضبط کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی اور عمر

حسن کو زندگی میں پہلی بار اپنے کسی فعل پر ندامت محسوس ہوئی تھی اور وہ نہیں جانتا تھا اس کا یہ مذاق اس کے اور رابعہ کے درمیان کتنے فاصلے لے آئے گا۔

❖......◉......❖

شام کی سبک ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں جب وہ ماہم کے ساتھ اوپر ٹیرس پر چلی آئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے وہ غیر معمولی طور پر چپ تھی۔ عمر سے ناراضی بھی ابھی تک برقرار تھی' نہ اس نے اپنی غلطی پر معافی مانگی اور نہ رابعہ کا اسے معاف کرنے کا ارادہ تھا۔ اس نے اس کی چار گھنٹوں کی محنت کو ہی ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اسے تیمور کی نظروں سے گرانا چاہا تھا اور اسے اصل دکھ بھی صرف اسی بات کا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

''تمہارا موڈ کب ٹھیک ہوگا' بتاؤ گی؟'' ماہم نے بے چارگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا جو دور آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھنے میں محو تھی۔ اس کی بات پر پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔

''مجھے کیا ہونا ہے؟ ٹھیک ہوں۔''

''خاک ٹھیک ہو؟ جب سے بھائی آئے ہیں' تب سے تمہارا منہ بنا ہوا ہے۔ ان کا آنا اچھا نہیں لگا' یا پھر ان کی کسی بات سے دکھی ہوئی ہو؟'' ماہم اندازہ لگانے میں ہمیشہ سے کوری تھی۔

''دونوں میں سے کوئی بات نہیں اور ویسے بھی میں نے ان کی باتوں پر دکھی ہونا چھوڑ دیا ہے۔''

''یہ تو خیر صاف جھوٹ ہے۔'' ماہم کو قطعاً یقین نہ آیا۔ ''جب بھی بھائی تم پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں' اس کے بعد پورا ہفتہ تمہارا یہی ردِعمل ہوتا ہے شاید اسی لیے اب انہوں نے تمہیں کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا ہے' مجھ پر دیکھو کتنی نکتہ چینی کرتے ہیں پھر تم سے تو رشتہ بھی دُہرا ہے۔ وہ صرف حق جتاتے ہیں تم پر اور تم مائنڈ کر جاتی ہو۔'' رابعہ کا دل ایک لمحے کے لیے بُری طرح دھڑکا مگر اگلے ہی پل وہ سر جھکاتے ہوئے دلگرفتگی سے بولی۔

''نہیں یار! وہ حق نہیں جتاتے' توہین کرتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔''

''چلو جی' یہ وہم پالا ہوا ہے تم نے...... اس دن جتنا شاندار کھانا تم نے بنایا' تمہارا کیا خیال ہے انہیں تعریف کے ڈونگرے برسانے چاہیے تھے تم پر......؟'' ماہم نے بھرپور بھائی کی سائیڈ لی جس پر رابعہ بُری طرح جزبز ہوئی۔

''میں اس دن کی بات نہیں کررہی وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔''

''تو ٹھیک کرتے ہیں نا! تمہاری اصلاح وہ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا...... اور پھر وہ جو تمہیں ہر تہوار پر وشنگ کارڈ اور پھول بھیجتے ہیں تو وہ کیا یونہی بھیج دیتے ہیں؟ بابا! پسند کرتے ہیں وہ تمہیں تب ہی تو تمہیں کسی موقع پر بھولتے نہیں ہیں۔ تم پتا نہیں کیوں ان کی خاموش محبت کو سمجھنے سے قاصر ہو۔''

''خاموش محبت نظر بھی تو آئے۔ میں نے تو آج تک ان کی نظر میں اپنے لیے محبت نہیں دیکھی۔'' رابعہ اپنی جگہ ٹھیک تھی' ماہم کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

''دیکھنا چاہتی ہو؟''

''کیا؟'' وہ بے خیالی میں بولی۔

''ان کی نظروں میں اپنے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر......'' ماہم شوخ ہوئی' وہ بھی بُری طرح جھینپ گئی۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں...... محبت کے لیے تو ساری عمر پڑی ہے اور پھر یہ سب شادی کے بعد ہی اچھا لگتا ہے۔''

''اوہ گاڈ! تمہاری بات سے یاد آیا۔ صبح فون آیا تھا ماموں کا' کہہ رہے تھے دو چار دن میں شادی کی تاریخ رکھنے آرہے ہیں لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ مما بھیا کی نیا بھی پار لگانے کا سوچ رہی ہیں' ذرا بس ان کی رائے لے لیں پھر دیکھنا ان کا بینڈ بھی ساتھ ہی بجے گا۔'' ماہم جوش سے بول رہی تھی اور رابعہ کی تو جیسے سٹی ہی گم

ہوگئی تھی۔ وہ حیرانی اور بے یقینی سے ساتھ کھڑی ماہم کو دیکھ رہی تھی جو اس کے فق پڑتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"یقین نہیں آ رہا نا! مجھے بھی نہیں آیا تھا مگر مما نے کہا اس دفعہ وہ بھیا کا کوئی بہانہ نہیں چلنے دیں گی' خیر سے تمہاری تعلیم بھی مکمل ہوگئی ہے اور وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں۔ دیکھتے ہیں اب کیا نیا جواز گھڑتے ہیں' تم سے بچنے کے لیے...... مگر نہیں! اس دفعہ تو تمہارے دام میں آ ہی جائیں گے۔"

"لیکن یوں اچانک......" وہ ابھی بھی بے یقین تھی' دل یوں خوش نہیں ہوا تھا جیسے ہونا چاہیے تھا۔

"اچانک کہاں یار! تم شاید بھول رہی ہو کہ تم پچھلے دس سال سے ان سے منسوب ہو اور دس سال کوئی اتنا کم عرصہ نہیں ہوتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر یوں افراتفری میں تو کچھ بھی ڈھنگ سے نہیں ہو سکے گا اور مجھے جو تمہاری شادی کا اتنا ارمان ہے اس کا کیا ہوگا۔" رابعہ نے بے چارگی سے ماہم کی طرف دیکھا جو اس کے چہرے پر پھیلی معصومیت کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے پیار سے استفسار کرنے لگی۔

"میں اتنی اہم ہوں تمہارے لیے کہ میرے پیچھے اپنی شادی گول کر دو گی؟"

"بالکل! کوئی شک ہے کیا؟"

"نہیں بھئی' میری کیا مجال جو اتنی پیاری لڑکی کے خلوص پر شک کروں۔" ماہم نے شرارت سے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے کی گلابیوں میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ دل کر رہا ہے آج ہی بھابی بنا کر لے جاؤں۔ ویسے اگر اس دفعہ بھائی مان گئے پھر تو پھنس جاؤ گی تم......اور میرا خیال ہے وہ مان ہی جائیں گے۔ بہت دن ہوگئے تمہاری محبت کو دل میں چھپاتے ہوئے......"

"آہ! تمہاری خوش فہمیاں!" رابعہ نے طویل ٹھنڈی سانس کھینچی۔ "چند کارڈز بھیجنے اور برتھ ڈے وش کرنے سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت بھی کرتے ہیں' کبھی منہ سے تو انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں بولا...... لیکن خیر' ابھی محبت میرا مسئلہ نہیں......اگر آنٹی نے شادی کا شوشا چھوڑ دیا پھر کیا ہوگا؟"

"پھر کیا ہونا ہے' مزے سے دلہن بن کر آ جانا ہمارے پورشن میں...... ویسے بھی میری شادی کے بعد گھر سونا ہو جائے گا۔"

"کس کی شادی ہو رہی ہے؟" عمر جو غیر ارادی طور پر رابعہ کو ڈھونڈتا ہوا اوپر آیا تھا' ماہم کی آخری بات سننے کے باوجود انجان بنتے ہوئے ماہم سے پوچھنے لگا۔ نیوی بلیو کلر کی پینٹ اور کیمل کلر کی شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ Lover کی مدہوش کن خوش بُو اس کے وجود سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ ماہم نے جھینپتے ہوئے ایک چپت اس کے شانے پر لگا دی اور پھر اپنی بے ساختہ اڈنے والی مسکراہٹ کو دانتوں تلے دبائے' تیزی سے نیچے کی طرف دوڑ لگا دی۔ رابعہ' ماہم کے یوں واک آؤٹ کرنے پر ذرا سی بدمزا ہوئی اور پھر جیسے ہی عمر کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ماہم کی پیروی کرنا چاہی' عمر سرعت سے اس کے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ راستہ چھوڑو۔" عمر کی طرف دیکھے بغیر وہ بے لچک اور سخت انداز میں بولی تھی مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"ابھی تک ناراض ہو؟" اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا پھر طویل سانس کھینچی۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تم سے ایسا کوئی مذاق نہیں کروں گا۔ میں سچ میں اتنا شرمندہ ہوں کہ تم سے معافی مانگنے کا بھی حوصلہ نہیں مجھ میں مگر کل میری فلائٹ ہے' سوچا جانے سے پہلے ایکسکیوز کر لوں ورنہ تو وہاں جا کر بھی پچھتاوا ہی رہے گا......"

"تم نے جس مقصد کے لیے وہ گھٹیا مذاق کیا' وہ مقصد تو پورا ہو گیا پھر اب ایکسکیوز کس بات کے لیے......؟" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ ایک دم سے بھپری اور پھر اتنے دنوں بعد اسے معذرت کا خیال آیا تھا یہ بات بھی اسے تپانے کے لیے کافی تھی۔ "اور تم نے نیا کیا کیا ہے' تم تو ہمیشہ سے ہی ایسا کرتے چلے آ رہے ہو' رُلا دیتے ہو اور پھر معافی مانگ لیتے ہو' مگر نہیں عمر! مجھے تم سے اتنا بے تکلف ہونا ہی نہیں چاہیے تھا کہ تم یوں میری ذاتیات میں دخل اندازی کرتے پھرو' مجھے تیمور کی نظروں میں بے عزت کرنے کے لیے ایسی فضول حرکتیں کرو' کیا ملتا ہے تمہیں مجھے ستا کر...... کیوں کرتے ہو تم ایسا......؟"

"اب نہیں کروں گا۔" ہونٹ بھینچتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ لہجے میں اچانک سنجیدگی در آئی تھی۔ "تم میرے بارے میں اتنا غلط سوچنے لگی ہو' مجھے اندازہ نہیں تھا۔ بس اتنی چھوٹی سی بات پر تم اتنی بدظن ہو گئیں مجھ سے۔ میں تمہیں تیمور کی نظروں سے کیوں گرانا چاہوں گا؟ وہ بھائی ہے میرا...... ہاں اسے ملنے والی اہمیت پر مجھے رشک آتا ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں تم دونوں کی خوشیوں کا دشمن ہوں۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" رابعہ نے خفگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی باتوں کی تردید کی۔ "مگر یہ بات سچ ہے کہ تم ہمیشہ شعوری یا لاشعوری طور پر مجھے ہرٹ کرتے رہے ہو' دوستی یوں نہیں ہوتی عمر! تم سے اچھے تو تیمور ہیں' وہ اگر مجھ سے محبت کا ڈراما نہیں کرتے تو کم از کم میری دل آزاری بھی تو نہیں کرتے۔ انہیں کم از کم میرے احساسات کا کچھ تو خیال ہے مگر تم اس معاملے میں بھی ان سے بہت پیچھے ہو' تم کبھی بھی ان جیسے نہیں بن سکتے۔"

"میں ان جیسا بننا بھی نہیں چاہتا۔" عمر کے لہجے میں واضح ناگواری تھی جسے رابعہ نے بھی شدت سے محسوس کیا تھا۔ "مجھ سے منافقت نہیں ہوتی۔ میں جیسا اندر سے ہوں' ویسا باہر سے ہوں' بھیس نہیں بدلے جاتے مجھ سے...... مگر تمہیں تو کچھ بھی کہنا فضول ہے۔ تمہیں تو وہی نظر آتا ہے جو سامنے ہوتا ہے مگر ایک بات یاد رکھنا رابعہ! سچ ہمیشہ وہی نہیں ہوتا جو ہم دیکھتے ہیں اور پھر چہرے تو یوں بھی دھوکا دیتے ہیں مگر تم کہاں سمجھو گی؟"

"اونہہ! اب اس بے کار کے فلسفے سے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" رابعہ نے تیکھے چتونوں سے اس کی طرف دیکھا' لہجے میں تاسف کے ساتھ ساتھ استہزا بھی تھا۔ "تم ان کی مخالفت میں اس حد تک چلے جاؤ گے' مجھے یقین نہیں آ رہا۔ تم نے کہا تمہیں ان پر رشک آتا ہے مگر نہیں' تم ان سے حسد کرتے ہو۔ اپنی قابلیت کے بل بوتے پر جو مقام انہوں نے سب کی نظروں میں بنایا ہے' وہ کھٹکتا ہے تمہیں...... مگر حسد کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا عمر! اس سے تم صرف اپنا ہی نقصان کرو گے میں جو تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی رہتی ہوں کہ یہ کرو' یہ مت کرو' اس کا پیچھا چھوڑ دو' اسے دوست بناؤ' تو یہ سب کیوں کرتی ہوں؟ کیونکہ میں دل سے تمہاری خیر خواہ ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ جیسے سب تیمور کو سراہتے ہیں' تمہاری بھی تعریف کریں مگر تم نے کبھی بھی میرے خلوص کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' الٹا مجھے تیمور جیسے با کردار شخص سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ بہت افسوس کی بات ہے عمر! وہ تم جیسے نہیں ہیں' یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لو تم......! میں کبھی بھی ان کے خلاف تمہاری کسی بات کو نہیں مان سکتی۔"

"تو ٹھیک ہے مت مانو' میرا کیا نقصان ہے۔" وہ اچانک ہی بھپرا تھا اور یہ اس کی اضافی خاصیت تھی کہ غصے کے وقت وہ ہر طرح کا لحاظ بھول جاتا تھا۔ "تم ان کی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہو یہ بات اگر ان کے سپاٹ رویے سے تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو جب وہ منہ سے کہہ دیں گے تب سمجھ لینا۔" وہ لفظ چبا چبا کر بول رہا تھا۔ رابعہ کو عمر کی ذہنیت پر افسوس ہوا تبھی اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اگر میں ان کی زندگی میں نہیں بھی ہوں، تو بھی یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔''

''ہاں، واقعی......!'' اس نے پہلی بار رابعہ کے لہجے میں اجنبیت محسوس کی تھی اور اسے حقیقتاً اس کی باتوں سے دکھ بھی پہنچا تھا اور جب وہ بولا تو یہی شکستگی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔ ''لیکن پھر بھی میں چاہوں گا کہ میری ساری باتیں اور خدشات جھوٹ نکلیں اور تمہارا مان اور خواب سلامت رہیں، تم جانتی ہو کچھ دن پہلے میں کوئی بات بتانے جارہا تھا مگر نہیں...... جب تمہیں میری بات کا یقین ہی نہیں تو کچھ بھی کہنے سننے کا کیا فائدہ......؟''

اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ رکا نہیں بلکہ سرعت سے واپس پلٹ گیا جب کہ پیچھے کھڑی گم صم سی رابعہ اس کے لب و لہجے کی گمبھیرتا پر غور کرتی رہ گئی۔ کوئی بوجھ سا تھا جو دل پر گرتا محسوس ہوا تھا۔

❖......◉......❖

عمر شارجہ واپس چلا گیا تھا اور اِدھر ماہم کی شادی کی ڈیٹ بھی فائنل ہوگئی تھی۔ گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے تھے۔ عائشہ اور فاخرہ بیگم بڑھ چڑھ کر شادی کی تیاریوں میں حصہ لے رہی تھیں، تیمور بھی اپنی ساری مصروفیات ترک کرکے اکلوتی بہن کی شادی کی تیاریوں میں پیش پیش تھا، اندر باہر کی ساری ذمہ داریاں اسی کے سر تھیں، بے شک وہ ماہم سے زیادہ پیار نہیں جتاتا تھا مگر اس وقت وہ اچھا بھائی ہونے کا پورا پورا ثبوت دے رہا تھا۔ رابعہ کے ذہن میں اکثر عمر کی باتیں گردش کرتی تھیں اور وہ الجھ کر رہ جاتی تھی۔ عمر کی عادت تھی فضول ہانکنے اور مذاق کرنے کی مگر جس لہجے میں اس نے وہ سب کہا تھا وہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں تھا۔ وہ خود تو چلا گیا تھا مگر اس کے ذہن میں بے شمار سوالات چھوڑ گیا تھا۔ وہ تیمور کے بارے میں اسے کیا بتانا چاہتا تھا...... اس نے اتنے وثوق سے کیوں کہا تھا کہ وہ تیمور کی زندگی میں کہیں نہیں ہے......؟ اس نے ایسا کیوں کہا تھا کہ چہرے دھوکا دیتے ہیں......؟ عمر ایسی باتیں پہلے تو نہیں کرتا تھا بلکہ وہ تو ہمیشہ اسے تیمور کے حوالے سے چھیڑتا رہا تھا پھر اس دفعہ ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اتنا جنونی ہو رہا تھا۔ وہ اگر اس سے خفا ہوکر نہ گیا ہوتا تو شاید وہ پوچھ ہی لیتی اور ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ اس نے عمر کو منانے میں پہل کی ہو۔ خواہ غلطی اس کی ہوتی یا نہ ہوتی ہمیشہ وہ ہی اسے مناتا تھا اور بڑے سے بڑے جھگڑے کو چند دن بعد بھول بھی جاتا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اتنی دور جانے کے بعد اس نے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ کوئی فون، نہ ای میل...... اور اس سے لاکھ خفگی کے باوجود وہ لاشعوری طور پر اس کے فون کی منتظر تھی۔ پتا نہیں کچھ جاننے کا تجسس تھا یا پھر وہ شروع سے ہی عمر حسن کی عادی تھی۔

❖......◉......❖

اور تیمور عظیم جس چہرے کو ڈھونڈتا تھا وہ چہرہ اسے پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ اکثر وہ رات کو بے مقصد سڑکیں ناپتا تھا، اس امید پر کہ شاید وہ چہرہ اسے کبھی نظر آجائے وہ چہرہ جسے وہ ڈھنگ سے نہ جانتا تھا اور نہ جیسے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ بس ایک بار اسے چہروں کے ہجوم میں دیکھا تھا اور پھر وہ چہرہ ہمیشہ کے لیے اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پتا نہیں وہ لڑکی کون تھی، کیا نام تھا اس کا...... کہاں کی رہنے والی تھی...... کہاں جارہی تھی......؟ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا مگر اپنے دل کو پہلی بار کسی کے لیے دھڑکتا ضرور پایا تھا اور یہ بھی دل کا پاگل پن ہی تھا جو اب بھی اس کا انتظار کررہا تھا جیسے وہ اچانک ہی مل جائے گی، بھلا اگر اس نے ملنا ہوتا تو بچھڑتی ہی کیوں...... اسے تو شاید یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ تیمور نامی وہ اجنبی جس نے برستی بارش میں اسے بس اسٹاپ تک ڈراپ کیا تھا، وہ دل میں اس کے لیے شوق کے کتنے جہان سجائے بیٹھا تھا۔ وہ آج بھی اسے چہروں میں کھوجتا تھا اور اپنی اس دیوانگی پر اکثر اسے ہنسی آتی تھی۔ اپنی اس دیوانگی کے ہاتھوں وہ کتنا خوار ہوا تھا۔ ریڈ لائٹ ایریا جیسی بدنام زمانہ جگہ کو بھی اس چہرے کی تلاش نے اسے کھنگالنے پر مجبور کردیا تھا۔ ذرا کسی چہرے پر اسے اس

چہرے کا گمان ہوتا اور وہ کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر اس کی تلاش اور جستجو میں نکل کھڑا ہوتا۔ ''محبت'' انسان کو یوں خوار کرتی ہے، اس کا اس سے پہلے ایسا کوئی تجربہ نہیں تھا...... اور وہ اتنے سالوں کی لاحاصل تلاش کے باوجود بھی پتا نہیں کیوں پُرامید تھا کہ ایک دن وہ اسے مل جائے گی، پتا نہیں اسے اپنے جذبوں پر یقین تھا یا پھر اس ذات پر جو دلوں کے بھید خوب جانتی ہے۔

❖......◉......❖

ہمیشہ ایسا ہوتا تھا
نگاہوں سے پرے ہوکر
ہمارے دل میں رہتے تھے
مگر اب کے ہوا ہے یوں
نگاہوں سے پرے ہو تم
ہمارا دل بھی خالی ہے!!!

رابعہ بے دلی سے عمر کے کمرے کی صفائی کررہی تھی جب اچانک اس کی نصابی کتاب سے ایک تصویر پھسل کر اس کے قدموں میں گری۔ وہ اس کی الماری کی سیٹنگ کررہی تھی، پرانی کتابوں کی جگہ کچھ نئی کتابیں لگارہی تھی جب اسی افراتفری میں وہ تصویر اس کی توجہ کا مرکز بنی تھی۔ اس نے جھک کر تصویر اٹھائی، تصویر کی پشت پر لکھی یہ خوب صورت سی نظم اسے ایک لمحے کے لیے الجھن میں ڈال گئی۔ اس نے فوراً تصویر کا رخ بدلا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت کے گلے میں بازو ڈالے ایک خوب صورت سی لڑکی، پوری زندہ دلی سے کھلکھلا رہی تھی۔ رابعہ نے اپنے ذہن پر زور دیا، اس نے اس لڑکی کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، جس کا مطلب تھا عمر نے اس لڑکی سے اپنے تعلق کو اس سے دانستہ چھپایا تھا ورنہ یہ تو غیر یقینی سی بات تھی کہ وہ اپنا کوئی بھی افیئر اس سے چھپا کر رکھتا اور شاید افیئر تھا بھی نہیں...... تصویر کی پشت پر عمر کے ہاتھ کی لکھی وہ نظم رابعہ کے ذہن میں ابھرنے والے بہت سے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ تصویر کے ایک طرف تصویر والی کا نام اور مقام لکھا ہوا تھا اور یہ سب دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں بہت سے جھماکے ہوئے تھے۔

''تو تم محبت کے معاملے میں مجھ سے بھی رازداری برتنے لگے عمر!'' اس نے ریک سے ٹیک لگا کر سوچا۔

''ملیحہ احمد فرام شارجہ!'' اس نے ایک نظر پھر تصویر اور اس نام پر ڈالی اور اسے اب عمر کی ضد کی وجہ پتا چلی جو اس نے دورانِ تعلیم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شارجہ جانے کے بارے میں کی تھی۔ کون سی کشش اسے وہاں کھینچ رہی تھی، یہ ادراک اب ہوا تھا۔ وہ سمجھتی تھی وہ صرف لڑکیوں سے کھیلنا اور انہیں بے وقوف بنانا جانتا ہے مگر کوئی لڑکی اس کی ذات میں اس قدر گہرائی سے اتری ہوئی ہے، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ تصویر کو دوبارہ کتاب میں رکھنے لگی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

''چہرے دھوکا دیتے ہیں۔'' اسے عمر کی بات پر یقین نہیں آیا تھا مگر اب آگیا تھا۔ وہ عمر حسن کو جتنا آسان سمجھتی تھی اتنا آسان وہ تھا نہیں...... بظاہر کھلنڈرا اور شوخ مگر اندر سے اتنا ہی گہرا...... تصویر پر درج تاریخ اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عمر کی زندگی میں بہت پہلے سے تھی اور عمر نے پھر بھی اسے کبھی کچھ نہیں بتایا، یہ اس کی احتیاط ہی تو تھی، تصویر کو مٹھی میں دبائے وہ تیزی سے عمر کے کمرے سے نکلی تھی۔

❖......◉......❖

Carlton Hotel میں ملیحہ کے ساتھ کافی پیتے ہوئے وہ شیشے کے پار دیکھتا ہوا کچھ کھویا کھویا سا لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ کافی ہشاش بشاش تھا مگر آنکھیں تب بھی لہجے کا ساتھ دینے سے انکاری تھیں مگر جو ویرانی اب آنکھوں میں اتری تھی اس نے ملیحہ کو بے چین کردیا تھا۔ پتا نہیں باہر دیکھتے دیکھتے کس منظر میں وہ اتنا کھو گیا تھا کہ اسے بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ ملیحہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے ایسا کچھ نظر نہیں آیا جو کسی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر مجبور کردے، تب ہی ٹیبل کے کنارے پر جمے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ کا نرم سا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ اسے باہر سے کھینچ کر دوبارہ

اندر لائی۔

"خیریت ہے یہ آج بات بات پر کہاں گم ہو رہے ہو؟ کیا دیکھ رہے ہو باہر......؟"

"کچھ نہیں بس یونہی......" اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے اس نے مصنوعی مسکراہٹ سے اسے ٹالا مگر ملیحہ سے کچھ بھی چھپانا کہاں ممکن تھا وہ تو اس کی رگ رگ سے واقف تھی اور پھر جو لوگ دلوں میں بستے ہوں ان کے بارے میں تو چھٹی حس ویسے بھی غیر معمولی کام کرتی ہے۔ وہ عمر کی زندگی میں پچھلے پانچ سال سے تھی یہ کوئی اتنا طویل عرصہ تو نہیں تھا مگر وہ اس کے مزاج کے بہت سے موسموں سے آگاہ تھی۔ اس کی پسند ناپسند خواب خواہش محرومیاں...... عمر نے اس سے کچھ چھپایا بھی کب تھا...... مگر پھر بھی بہت کچھ تھا جو اس نے مخفی رکھا ہوا تھا اور جسے جاننے کے لیے وہ بے چین بھی تھی۔

آج سے تین سال پہلے جب ان کی فیملی شارجہ شفٹ ہوئی تو عمر کی جدائی نے اسے کس قدر رنڈھال کر دیا تھا وہ اس کی کالج فیلو تھی اس کی ہم مزاج تھی اور بس......! پھر کب اور کیسے عمر حسن اس کے لیے ہر رشتے سے بڑھ کر اہم ہو گیا تھا اسے خود بھی اس بات کا احساس نہ ہو سکا۔ شارجہ آنے کے بعد بھی اس نے عمر سے قلمی رابطہ برقرار رکھا تھا وہ خود بھی کافی فرینڈلی اور زندہ دل تھا سو ہمیشہ اس کی طرف سے بھی بڑے دوستانہ جواب موصول ہوتے تھے۔ مگر وہ اس کے لیے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر شارجہ چلا آئے گا یہ بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ زندگی ایک دم سے اس کے لیے بہت حسین ہو گئی تھی۔ عمر کی زندگی میں وہ اہم مقام رکھتی تھی۔ یہ احساس ہی اسے تقویت دینے کے لیے کافی تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو باہر......؟" اسے ایک بار پھر باہر کی طرف دیکھتا پا کر ملیحہ نے بے چینی سے پوچھا اور اس کے لہجے کے تجسس نے عمر کے ہونٹوں پر ایک شرارتی سی مسکان بکھیر دی تھی۔

"مانگنے والی کو دیکھ رہا تھا اب یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے۔"

"بس یہی کسر رہ گئی تھی۔" ملیحہ نے ناگواری سے ناک سکیڑی۔ "سامنے بیٹھی اتنی حسین لڑکی نظر نہیں آ رہی جو راہ چلتی فقیرنیوں کو تاڑ رہے ہو؟"

"اس میں تم سے زیادہ کشش ہے یار! تم کیا ہو اس کے سامنے......" عمر نے مصنوعی ٹھنڈی سانس بھری ملیحہ نے کرسی گھسیٹی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو ٹھیک ہے دیکھتے رہو اسے جی بھر کر...... میں تو چلی...... اور ہاں اگلی دفعہ کسی فقیرنی راہ چلتی کو لے کر ہی آؤٹنگ پر نکلنا۔" پرس کندھے پر ڈالتے ہوئے اس نے مصنوعی خفگی دکھائی حالانکہ جانتی تھی کہ وہ مذاق کر رہا ہے مگر اسے لائن پر لانے کے لیے خفا ہونا ضروری تھا۔ عمر نے ہنستے ہوئے سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھایا اور پھر ذرا سا آگے ٹیبل پر جھکتے ہوئے شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

"تم کیا کم ہو کسی فقیرنی سے...... ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہو میرے...... میں تو کسی بھی کام کا نہیں رہا......"

"مگر میرا کشکول تمہاری محبت سے تو پھر بھی خالی ہی ہے۔" ملیحہ نے بُرا منائے بغیر آزردگی سے عمر کی طرف دیکھا جس کے مسکراتے لب یک دم سمٹے تھے اس سوال پر وہ یونہی خاموش ہو جاتا تھا۔

"تم میری زندگی میں تو ہو نا!" ایک پل کی خاموشی کے بعد اس نے ملیحہ کی بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے یقین دلانا چاہا تھا جس پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلی تھی۔

"زندگی میں تو تمہارے اور بھی بہت سے لوگ ہیں عمر! پھر ایک میرا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے؟ تم نے وہ شعر سنا ہے۔

"مجھے نا ڈھونڈ زمیں و آسماں کی وسعت میں
میں تیرے دل میں نہیں ہوں تو پھر کہیں بھی نہیں ہوں"

سو جب تک میں تمہارے دل میں جگہ نہ پا لوں مجھے

اور کہیں بھی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"یار! محبت کو مانتا نہیں میں ورنہ شاید میرا پہلا اظہار محبت تمہارے ہی نام ہوتا۔" کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ عجیب یاسیت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"اور جتنی مستقل مزاج تم ہو ہو سکتا ہے مجھے اس جذبے سے روشناس کروا دو ورنہ میں تو اپنی کزن کی اس شاعری پر یقین رکھتا ہوں کہ:

محبت ایک دھوکا ہے
یہ وہ دھوکا ہے
جو ہم خود کو اکثر دیتے رہتے ہیں
کبھی اس کا ہدف وہ شخص ہوتا ہے
جسے ہم خود سے بڑھ کر چاہنے کا
دعویٰ کرتے ہیں

سو میرا ابھی خیال یہی ہے ورنہ کیا محبت اور کیا اس کی حقیقت...... اگر یہ کوئی اتنی ہی پاورفل چیز ہوتی تو میری ماں میرے باپ کے مرنے کے بعد اس کی اکلوتی اور آخری نشانی کو یوں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہ جاتی۔ مانا کوئی مجبوری ہو گی ان کی مگر وہ بعد میں کبھی تو مجھ سے ملنے آ سکتی تھیں لیکن انہوں نے تو مجھے یوں فراموش کر دیا جیسے عمر نام کا کوئی بچہ ان کا تھا ہی نہیں...... یہ سچ ہے آنٹی لوگوں نے مجھے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی مگر زندگی میں کمی ہمیشہ چیزوں کی ہی تو نہیں ہوتی انہوں نے پیار سے میری پرورش کی مگر کسی بھی غلط کام پر مجھے ٹوکا نہیں مجھ پر سختی نہیں کی۔ میری ہر جائز ناجائز خواہش پوری کی حالانکہ میری شدید خواہش تھی کہ مجھے بھی ڈانٹ یا مار پڑے بالکل ویسے ہی جیسے تیمور ماہم اور رابعہ کو ان کی شرارتوں پر پڑتی تھی مگر مجھے ہمیشہ سب سے الگ رکھا گیا۔ میں اگر ان کے بیٹوں جیسا تھا تو انہیں مجھے بھی تیمور کی طرح رکھنا چاہیے تھا پر وہ لوگ مجھے زیادہ اہمیت دیتے گئے وہ اہمیت جس کا میں بھوکا نہیں تھا۔"

"ریلیکس عمر! بابا تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہیں روایتی قسم کے ظالم اور سخت گیر تایا تائی نہیں ملے تمہیں اگر اتنی محبت سے انہوں نے پالا ہے تو یہ تو ان کا تمہاری ذات پر احسان ہے۔" ملیحہ نے ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانا چاہا وہ اکثر اسی طرح باتوں ہی باتوں میں اپنی کسی محرومی پر دلگرفتہ ہو جاتا تھا اور پہروں کڑھتا رہتا تب وہی تھی جو اسے ان محرومیوں کے گرداب سے نکالنے کے لیے طرح طرح کے دلائل اکٹھے کرتی تھی۔

"ہاں مجھے پتا ہے۔" عمر فوراً سنبھلا خود کو سمیٹنے میں لحہ ہی تو لگا تھا۔ ملیحہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں جو ابھی باہر دیکھ رہا تھا تو سچ میں کسی مانگنے والی کو ہی دیکھ رہا تھا اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا جسے وہ بار بار چوم رہی تھی شاید بیمار تھا وہ...... اور ایک دوسرا بچہ تھا جس کی اس نے انگلی پکڑ رکھی تھی۔ وہ ان دونوں کو اپنے وجود سے لپٹائے بھیک بھی مانگ رہی تھی اور بار بار انہیں چومے بھی جا رہی تھی اور جانتی ہو مجھے ان گندے میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچوں پر بے تحاشا رشک آ رہا تھا اگر میں وہاں سڑک پر ہوتا تو ان بچوں کو غور سے ضرور دیکھتا اور ان کی ماں سے پوچھتا کہ ان میں ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں...... وہ ان کے لیے اتنی ہراساں کیوں ہو رہی ہے وہ ان کو کہیں چھوڑ کر کیوں نہیں چلی جاتی......؟"

"بس کرو عمر! کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہو؟" ملیحہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی اور پھر اس کے شانوں پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے نرمی سے بولی۔ "چلو گھر چلتے ہیں آج تمہیں اپنی مما سے ملواتی ہوں پتا نہیں کبھی کبھی یہ پاگل پن کے دورے تم پر کیوں پڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور مجھے تو تم جب سے واپس آئے ہو کافی کھسکے ہوئے لگ رہے ہو بتاتے بھی نہیں ہو اور ڈھنگ سے کچھ چھپا بھی نہیں پا رہے۔"

"کیا چھپاؤں گا یار! کچھ بھی نہیں ایسا......" ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں اور تم ماہم کی شادی کا بھی کہہ رہے تھے کیا خیال ہے میں بھی چلوں تمہارے ساتھ...... اس بہانے تمہارا گھر بھی دیکھ لوں گی اور گھر

والوں سے بھی مل لوں گی' خاص طور پر رابعہ سے...... اس کا ذکر بہت ہوتا ہے تمہاری باتوں میں...... ذرا دیکھوں تو سہی موصوفہ کو' کیسی ہیں......"

"تم نے دیکھا تو ہے اسے تصویروں میں اور کیسے دیکھو گی؟"

"تصویروں میں ہی دیکھا ہے نا! کبھی روبرو تو نہیں ملی۔ تم نہیں لے جانا چاہتے تو صاف کہو۔"

"نہیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں' تمہاری مما اجازت دے دیں گی؟"

"ان کا کوئی مسئلہ نہیں...... پھر پاکستان میں ہمارے رشتہ دار بھی رہتے ہیں' میں ان سے ملنے کے بہانے چلی جاؤں گی اور اگر مما کو میں تمہارے بارے میں بتا دوں تب بھی انہوں نے نہیں روکنا' وہ تمہیں اچھا لڑکا سمجھتی ہیں تو اعتراض نہیں کریں گی۔"

"اور اگر تمہاری جگہ ان کی کوئی سگی بیٹی ہوتی تو کیا تب بھی وہ اتنی ہی بے فکری کا مظاہرہ کرتیں۔" عمر کے لہجے میں عجیب سی چبھن تھی جس نے ملیحہ کو چونکایا تھا۔

"یقیناً! انہیں اپنے سارے بچوں پر بہت اعتماد ہے۔"

"اپنے بچوں پر اعتماد ٹھیک ہے' مگر کسی دوسرے کی گارنٹی دینا مشکل ہے آج کل۔"

"گھر چلو' پتا نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو آج۔"

"آج نہیں' پھر کبھی سہی...... ابھی تو بہت تھکا ہوا ہوں' آرام کروں گا۔" ملیحہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ "نہیں ملیحہ! موڈ نہیں آج' پھر کبھی سہی...... تم اپنی مما کو میرا سلام کہنا۔"

"او کے!" ملیحہ نے شانے اچکائے اور پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوٹل کی لابی سے باہر نکل آئے۔

❖......◉......❖

"تیمور! بات سنو بیٹا!" وہ جو کوٹ کندھے پر ڈالے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا' عائشہ بیگم کی پکار پر بے ساختہ رکا' گھوم کر ان کی طرف پلٹا' جو کافی دیر سے اس کے انتظار میں ہی بیٹھی تھیں۔ اس نے ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالی جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی اور پھر وہ ان کے پاس چلا آیا۔

"جی امی! خیریت...... آپ جاگ رہی ہیں اب تک؟" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"بس تمہارا انتظار کر رہی تھی' دن میں تو ہاتھ لگتے نہیں ہو۔" عائشہ بیگم نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ دھیمے سے ہنس پڑا۔

"آپ کے سامنے ہی میری ساری مصروفیات ہیں امی! لیکن آپ یہ بتائیں انتظار کیوں کر رہی تھیں میرا؟"

"تمہاری رائے لینی تھی اس لیے......" عائشہ بیگم نے جان بوجھ کر مبہم انداز اپنایا جس پر دھیان دیے بغیر وہ روانی سے بولا۔

"کس چیز کے بارے میں......؟"

"چیز نہیں' لڑکی کے بارے میں...... رابعہ کے حوالے سے کیا سوچا ہے تم نے...... دس سال ہو گئے اسے تمہارے نام کی انگوٹھی پہنے...... اور فاخرہ بھی منہ سے نہ کہے مگر بچی کی فکر تو اسے بھی لاحق ہے۔ تم نے عجیب تماشا بنایا ہوا ہے' ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال جاتے ہو' تم اس کے ساتھ شادی کے لیے سیریس بھی ہو یا نہیں......؟" عائشہ بیگم کے لہجے کی نرمی تھوڑی سی سختی میں بدلی تھی کیونکہ رابعہ کے حوالے سے تیمور کا خاموش رویہ انہیں الجھا رہا تھا۔ تب ہی تو کوئی لمبی چوڑی تمہید باندھے بغیر انہوں نے ڈائریکٹ اپنے دل کی بات کہہ دی۔ تیمور ان کی بات سن کر پہلے تو بُری طرح ٹھٹکا تھا اور پھر کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا جب کہ اس کی خاموشی پر عائشہ بیگم کا دل ہولنے لگا جیسے ان کے خدشات درست ثابت ہونے جا رہے ہوں۔

"آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے امی! میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا' پہلے ماہم کے فرض سے تو سبکدوش ہو جائیں۔" وہ جیسے خود بھی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اقرار کرے یا انکار...... تبھی جز بز ہوتے ہوئے پہلو تہی کرنے لگا۔ ایک طرف دل تھا تو دوسری طرف ماں تھی۔ وہ دونوں کی حق تلفی کرنا نہیں چاہتا تھا اور عائشہ بیگم کے اطمینان کے لیے یہی بہت تھا کہ اس نے صاف انکار نہیں کیا تھا تب ہی اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"رابعہ بھی کسی کی بیٹی ہے تیمور! اور بیٹیوں کو یوں بلا جواز گھر بٹھانا اچھا نہیں لگتا' اپنی بہن کی شادی کی اتنی فکر ہے اور وہ کیا تمہاری کچھ بھی نہیں لگتی؟ اتنے سالوں سے تمہارے نام پر بیٹھی ہے مگر تم تو پتھر ہو جس سے وہ اپنا سر پھوڑ رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں امی! مگر میں ابھی شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔

"نہیں ہو تو ہو جاؤ۔ ہم کون سا کل ہی تمہاری شادی کر رہے ہیں۔ ابھی ایک ماہ ہے تمہارے پاس...... عمر کے ایگزیمز کے بعد کی ہی کوئی تاریخ رکھیں گے اور میرا خیال ہے اتنا وقت بہت ہوتا ہے ذہن بنانے کے لیے...... رابعہ کوئی غیر نہیں گھر کی بچی ہے اور میرا نہیں خیال اس سے انڈر اسٹینڈنگ پیدا کرنے میں تمہیں کوئی مشکل ہو گی۔"

"پتا نہیں...... مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں اسے زیادہ خوش نہیں رکھ پاؤں گا۔" وہ سر جھٹک کر بے زاری سے بولا۔ "اس کے اور میرے مزاج میں بہت فرق ہے' آپ جانتی تو ہیں۔"

"یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں بیٹا! مزاجوں میں فرق تو ہوتا ہی ہے اور پھر زندگی کے سفر میں کسی ایک کو تو سنجیدہ ہونا ہی چاہیے' تمہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔" انہوں نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا اور وہ ایک دم سے چپ ہو گیا تھا۔ اگر وہ اعتراض کی جگہ پسند پوچھتیں تو شاید وہ انہیں کچھ بتا ہی دیتا مگر بتانے لائق اس کے پاس تھا ہی کیا! صرف اک لاحاصل سی تلاش......؟

"مجھے بہت ارمان ہے تمہاری شادی کا تیمور! تم فضول کے وسوسے ذہن سے نکال دو' ان شاء اللہ تم ایک آسودہ زندگی گزارو گے۔" اس کی خاموشی کو اس کی رضا مندی سمجھتے ہوئے وہ پیار سے اس کا ماتھا چوم کر باہر نکل گئیں اور وہ اپنی جگہ پر ساکت سا انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ دل نے جو عہد باندھا تھا کہ وہ نہیں تو کوئی نہیں' اس کی خاموشی کی بھینٹ چڑھ گیا تھا اور اب اس نے خاموش رہ کر دھوکا ہی تو دینا تھا' خود کو یا پھر رابعہ سکندر کو...... مسکراتی آنکھوں والی وہ لڑکی جو جانے انجانے میں اس سے بہت سی توقعات وابستہ کر بیٹھی تھی مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو کبھی اس کے لیے دھڑکا ہی نہیں تھا...... مگر ہر تعلق دل کا تو نہیں ہوتا نا! اور وہ ایسا ہی کوئی تعلق رابعہ سکندر سے جوڑنے جا رہا تھا۔

❖......◉......❖

موسم خوش بُو' بادِ صبا' چاند' شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے

تیمور کی جانب سے پچھلے سال سالگرہ پر موصول ہونے والا وشنگ کارڈ اور اس میں رکھا ہوا ڈائری کا یہ ورق جس پر یہ خوب صورت سا شعر لکھا ہوا تھا بے ساختہ اس کا دل دھڑکا۔ ہونٹوں پر بڑی جان دار سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ اس نے ریک میں سے شاعری کی وہ کتاب نکالی جو تیمور نے اسے پچھلی بار گفٹ کی تھی۔ وہ ہمیشہ ملنے کتابیں ہی تو تحفے میں دیا کرتا تھا۔ کتاب کی شفاف جلد پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ تیمور کے بارے میں سوچنے لگی۔ پہلے سے کتنا بدل گیا تھا وہ...... جب سے ان کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تھی تب سے اس کے رویے میں واضح بدلاؤ آیا تھا۔ اب نا صرف وہ اس سے ہنس کر بات کرتا تھا بلکہ اکثر اسے شاپنگ پر بھی لے جاتا اور پھر جس جس چیز پر وہ ہاتھ رکھتی' اسے بلا جھجک خرید لیتا۔ رابعہ کو یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے پچھلے رویوں کی تلافی کر رہا ہے مگر جو بھی تھا اسے خوشی تھی کہ تیمور کو آخر اس کا کچھ خیال تو آیا۔ تیمور اس کے لیے ایک الجھی پہیلی تھا' جسے وہ کبھی بھی سمجھ

نہیں سکتی تھی اور اب تو یہ سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ آج اس کی سالگرہ تھی اور فی الحال کسی بھی طرف سے کوئی وش اسے موصول نہیں ہوئی تھی۔ وہ صبح لاشعوری طور پر منتظر تھی کہ کون اسے سب سے پہلے وش کرتا ہے مگر ماہم کو یاد رہا نہ کوریئر سروس والا تیمور کی طرف سے بھیجا جانے والا بوکے اور وشنگ کارڈ لایا اور نہ ہی عمر کو توفیق ہوئی...... اور عمر کا خیال آتے ہی اس کے خیالات کو یک دم بریک لگی تھی۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ عمر نے اسے وش نہیں کیا تھا ورنہ وہ تو گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ اسے جنم دن کی مبارک باد دیتا تھا' وہ اس سے لاکھ جھگڑتی کہ یہ ہماری تہذیب نہیں ہے' وہ اسے وش نہ کیا کرے مگر وہ عمر ہی کیا جو کوئی بات مان لے اور اب وہ ان باتوں کا اسے کتنا عادی بنا گیا تھا۔ وہ کہتا تیمور بھی تو تمہیں وش کرتا ہے' پہلے اسے روکو...... اور وہ بے بس سی ہو کر سوچتی کہ وہ بھلا تیمور کو کیسے منع کر سکتی ہے۔ اس کی طرف سے سال بعد ملنے والے چند الفاظ اور پھول ہی تو اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ اس سے اتنا بھی غافل نہیں جتنا وہ سمجھتی تھی اور وہ بھی منع کر دے تو پھر اس کے دامن میں کیا رہ جاتا ہے۔ الماری کا پٹ کھولے وہ ان تینوں لوگوں کے دیئے ہوئے ڈھیروں گفٹس دیکھ رہی تھی۔ ماہم اور تیمور کی مصروفیات کا اندازہ وہ لگا سکتی تھی مگر عمر نے جان بوجھ کر اسے نظر انداز کیا تھا اور کیوں کیا تھا' یہ سوچ کر ہی اسے جلن ہونے لگی۔ اس نے الماری سے ایک تصویر نکالی اور اسے پھاڑ کر وہیں پھینک دیا۔

''اونہہ! سمجھتا کیا ہے خود کو......؟ اس پر کٹی کے پیچھے لگ کر مجھے بھول جائے گا تو کیا میں زندہ نہیں رہوں گی؟ دفع ہو' بھولا رہے' مجھے کیا......!'' وقت شاید ہر تعلق کی اہمیت کو یوں ہی ختم کر دیتا ہے۔ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے دھڑام سے الماری کا اوپر والا پٹ کھولا اور پھر نفرت سے اس کے بھیجے ہوئے گفٹس کو نچلے خانے میں ٹھونسنے لگی' اوپر کا ریک خالی کر کے وہ کچھ پل کھڑی دکھ بھری نظروں سے اس ٹیڈی بیئر کو دیکھنے لگی جو عمر نے اسے پچھلی بار شارجہ سے بھیجا تھا اور اس ٹیڈی بیئر کو دیکھتے ہوئے اسے عمر کی باتیں یاد آنے لگیں۔

اس نے کہا تھا وہ تیمور کی زندگی میں کہیں بھی نہیں...... مگر اس کا دعویٰ غلط تھا' وہ تو تیمور کی زندگی میں شامل ہونے جا رہی تھی اب تو دن بھی گنتی کے ہی بچے تھے۔

''تم نے مجھے کیوں بدظن کرنا چاہا تھا عمر! تم نے وہ سب کیوں کہا تھا؟'' اس نے تصور میں عمر سے شکوہ کیا پھر ٹیڈی بیئر کو اٹھا کر وہ اپنے بیڈ کی طرف چلی آئی جہاں پہلے ہی تیمور کے وشنگ کارڈز کا ڈھیر لگا تھا۔ ٹیڈی بیئر ایک طرف رکھ کر وہ وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی۔ آج تیمور کے ساتھ جا کر اس نے اپنی پسند کا برائیڈل ڈریس لانا تھا اور مما تین چار دفعہ اسے تیار ہونے کا کہہ کر جا چکی تھیں مگر وہ یونہی کسلمندی سے بیٹھی رہی' جانتی تھی تیمور اتنی جلدی کہاں تیار ہوگا جانے کے لیے...... اور کچھ دھیان اپنی سالگرہ تک گیا تو دل مسوس کر پرانے کارڈز کھنگالنے لگی مگر کچھ دیر میں ہی اکتا کر کارڈز وہیں چھوڑ کر وارڈ روب کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ابھی وہ سوٹ کا انتخاب ہی کر رہی تھی جب تیمور کی آواز پر بوکھلا کر پیچھے پلٹی۔ وہ کھلے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ پہنے وہ رف حلیے کے باوجود کافی گریس فل لگ رہا تھا۔ رابعہ نے نظریں چرائیں' دل یک دم انوکھی لے پر دھڑکا تھا۔

''تم تیار نہیں ہوئیں ابھی تک......؟ بازار نہیں چلنا۔'' تیمور کے لہجے میں حیرت تھی تبھی وہ سٹپٹائی۔

''نہیں' بس میں ابھی آئی۔ آپ بیٹھیں پلیز!'' جلدی میں جو سوٹ ہاتھ لگا وہ کھینچ کر تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی اور تیمور اس کی بے پروائیوں پر سر جھٹکتا اندر چلا آیا تھا۔ نہیں جانتا تھا اندر ایک طوفان اس کا منتظر ہے۔ اگر پتا ہوتا تو شاید یہیں سے واپس پلٹ جاتا۔

❖......◉......❖

گاڑی کی بیک سے ٹیک لگائے کوئی دسویں سگریٹ تھی جو اس نے سلگائی تھی۔ ذہن اس قدر منتشر ہو رہا تھا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اب کیا کرے...... رابعہ کی ہنگامی شادی اس کے لیے ایک شاک ثابت ہوئی تھی اور اوپر سے اس کی خود ساختہ ناراضی...... اگر اسے وہم بھی ہوتا کہ وہ یوں روٹھ جائے گی' بدگمان ہو جائے گی تو وہ کبھی وہ سب نہ کہتا جو اپنی بے وقوفی اور جذبات کے ہاتھوں کہہ بیٹھا تھا۔ پوری دنیا میں ایک وہی لڑکی تو تھی جس کے لیے وہ کبھی بھی غلط نہیں سوچ سکتا تھا اور پھر یہ تو تصور بھی محال تھا کہ وہ اس کے حق میں برا چاہے' اس کی خوشیوں سے جلے' رابعہ نے کتنا غلط سوچا تھا اس کے لیے...... اسے جب بھی اس کی باتیں یاد آتیں۔ دل میں کسک سی محسوس ہوتی۔ وہ کم از کم اس کے حق میں کبھی بھی برا نہیں ہو سکتا تھا مگر یہ بات اسے کون سمجھاتا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے ہلکا ہلکا ٹمپریچر تھا اور کچھ اس نے سگریٹ پھونکنے بھی بہت شروع کر دیئے تھے' سو صحت تیزی سے گرتی جا رہی تھی مگر اسے پروا کہاں تھی۔ کل ملیحہ کے ساتھ وہ پاکستان جا رہا تھا۔ دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر انکار کا کوئی جواز بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ ایگزامز سے فراغت کے بعد اب تو یوں بھی یہاں رہنے کی کوئی تک نہیں بنتی تھی مگر وہ بھی کیا کرتا' تیمور کی ہاں سے اسے جھٹکا لگا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے بھی بڑا جھٹکا وہاں اس کا منتظر ہے۔

❖......◉......❖

''یہ بھائی کہاں غائب ہیں کل سے......؟ مجھے تو کہیں نظر ہی نہیں آ رہے۔'' ماہم نے پریشانی سے کوئی چوتھی بار یہی بات دہرائی تھی اور استری کرتی رابعہ ایک دم سے پھٹ پڑی تھی' جانتی تھی اور اسے ہی بار بار سنا رہی ہے۔

''تمہارے بھائی کوئی ننھے بچے نہیں جنہیں کوئی اغوا کر کے لے گیا۔ حد ہوتی ہے بے پروائی کی بھی...... کل مجھے تیار ہونے کا کہہ کر چلتے بنے حالانکہ میں نے انہیں زیادہ انتظار بھی نہیں کروایا تھا۔ پتا نہیں کیوں موصوف کا موڈ ایک دم سے آف ہو گیا۔''

''تم نے کہہ دی ہو گی کوئی ایسی ویسی بات......'' ماہم پریشانی کے باوجود اسے چھیڑنے لگی اور وہ چڑ بھی گئی۔

''ہاں' میں نے ہی انہیں سخت سست سنائی تھی۔ میں جب باتھ روم سے باہر نکلی' مجھے تو غائب ملے۔ پتا نہیں کہاں چلے گئے تھے اور پھر میں نے اتنی کالز کیں' میری کال بھی اٹینڈ نہیں کی۔''

''اچھا تو اس لیے بھری بیٹھی ہو؟'' ماہم نے شرارت سے اسے دیکھا۔

''مما سے کہتی ہوں' وہ پتا کریں' تمہارا تو ابھی ڈریس بھی فائنل نہیں ہوا۔''

''تم لے آنا اب' مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا۔'' بلگ نکالتے ہوئے وہ قطعیت سے بولی۔ اسے اپنی توہین لگی تھی کہ تیمور اسے تیار ہونے کا کہہ کر چلا گیا اور پھر واپس بھی نہیں آیا مگر اس کی طویل غیر حاضری خفگی کے باوجود اسے پریشان کرنے لگی۔ گھر میں ڈھیروں کام تھے' ایسے میں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر کے کہاں جا سکتا تھا...... لیکن اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' اس کا جواب رات کو تیمور کی جانب سے آنے والی فون کال تھا۔ اس نے رابعہ سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔

❖......◉......❖

تجھے کیا خبر میرے حال کی
میرے درد میرے ملال کی
یہ میرے خیال کا سلسلہ
کسی یاد سے ہے جڑا ہوا
اسے دیکھنا' اسے سوچنا
میری زندگی کا ہے فیصلہ
یہ اسی کی پلکوں کے سائے ہیں
میری روح میں جو اتر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے!

ڈیپارچر لاؤنج میں کھڑا وہ دور سے اپنی طرف آتی ملیحہ کو دیکھ رہا تھا جو اپنی ماں سے مل کر اسی کی طرف آ رہی

تھی۔ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے دھان پان سی ملیحہ کے چہرے پر خوشی کے بہت سے جگنو رقص کر رہے تھے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ملیحہ اور اس کی ماں کو آپس میں ملتے دیکھ کر کسی خیال میں الجھا تھا۔ وہ حسرت سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو ملیحہ کی سگی ماں نہیں تھی مگر سگی ماں سے بڑھ کر محبت کا مظاہرہ کر رہی تھی' اسے ائرپورٹ خود چھوڑنے آئی تھی۔ وہ دور سے بھی انہیں ہدایتیں دیتا دیکھ سکتا تھا' جیسے ملیحہ کوئی چھوٹی سی بچی ہو یا پھر وہ پہلی بار جہاز کا سفر کر رہی ہو۔ عمر نے اس عورت کو بہت بار قریب سے دیکھا تھا مگر وہ اس سے کبھی روبرو ملا نہیں تھا لیکن وہ اس بات کا معترف تھا کہ جتنی تعریفیں ملیحہ اپنی ماں کی کرتی ہے' اس میں وہ حق بجانب ہے۔ ملیحہ کا ماتھا چومتی ہوئی وہ عورت اسے ماما کا شاہکار لگی تھی اور وہ بہت مشکل سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلنے میں کامیاب ہوا تھا ورنہ دل تو محبت کے اس مظاہرے پر بکھرے جا رہا تھا۔ وہ جب بھی اس طرح کا منظر دیکھتا' اپنی محرومی کا شدت سے احساس ہوتا۔

"عمر......!" ملیحہ پھولی سانسوں سے اس کے پاس آ کر رکی' وہ چونک کر سوچوں کے گرداب سے نکلا' آنکھیں شدتِ ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں' جن پر دھیان دیئے بغیر وہ اپنی ہی رو میں بولی۔ "تم آج پھر مما سے نہیں ملے؟ وہ ناراض ہو رہی تھیں' تمہارے انکار پر میں انہیں باہر سے ہی الوداع کہہ آئی ہوں اور سچ میں مجھے اتنی شرمندگی ہو رہی ہے کہ حد نہیں...... بھلا کیا سوچتی ہوں گی' میرا دوست کیا سائیکی ہے۔" پرواز کی اناؤنسمنٹ ہونے لگی تھی' تب ہی ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھری۔ اس کا یہ گریز نیا تو نہیں تھا پھر وہ ہر بار کیوں محسوس کرتی تھی۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا۔ ملیحہ اس کی خاموشی سے سمجھ گئی کہ ہمیشہ کی طرح اب بھی اس کے پاس اس کے سوال کا جواب نہیں تھا۔

❖......◉......❖

مجھے اس مقام پر چھوڑنا
ہے یہ بے وفائی کی انتہا
یہ قفس ہو جیسے کھلی فضا
یہیں سکھ کا سانس میں بولوں سدا
جنہیں تیری دید کی پیاس تھی
وہ کٹورے نینوں کے بھر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

تیمور کا اچانک شادی سے انکار سب کے لیے ایک معمہ بن گیا تھا۔ شادی کے کارڈ بٹ چکے تھے' مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی اور وہ اپنے فضول موقف پر ڈٹا ہوا تھا کہ اس نے رابعہ سے شادی نہیں کرنی۔ نہ وہ ایسا ضدی تھا نہ خودسر...... پھر پتا نہیں کس بات نے اسے اتنا بدظن کر دیا تھا کہ وہ کسی کی کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ رابعہ تو ایک سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ تیمور نے اس سے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ بھلا ایسے اچانک بھی کوئی کسی کے ساتھ یوں کرتا ہے...... چھوڑنا تھا' انکار کرنا تھا' تو بہت پہلے کر دیا ہوتا یوں ساحل پر لا کر ڈبونے کی کیا ضرورت تھی۔ پورا گھر تیمور کے اس اقدام پر پریشان تھا۔ عظیم صاحب تیمور کو عاق کرنے کی دھمکی بھی دے چکے تھے جس کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ وہ کچھ اور بھی ضد میں آ گیا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر وہ اپنا ضروری سامان سمیٹ رہا تھا۔ عائشہ اور فاخرہ بیگم کا رو رو کر بُرا حال تھا اور ماہم مسلسل رابعہ کو چپ کروانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔ اس قدر توہین اور اہانت پر وہ روتی نہ تو اور کیا کرتی......؟ تیمور کے بنا کسی جواز کے انکار نے اس کی ذات کو دو کوڑی کا ہی تو کر دیا تھا۔ اس کے خواب ہی نہیں بکھرے تھے ذات بھی بکھر گئی تھی...... اور وہ نوحہ کناں بھی نہ ہوتی تو کیا کرتی۔

عمر حسن کل رات کی فلائٹ سے پاکستان آیا تھا۔ ملیحہ کو فی الحال اس کے ننھیال چھوڑ آیا تھا کیونکہ گھر میں چلنے والی ٹینشن کا اسے ائرپورٹ پر ہی پتا چل گیا تھا اور اتنی افسردہ صورت حال میں وہ ملیحہ کو گھر والوں سے ملا کر کیا کرتا......؟ اور پھر رابعہ کی حالت کا سوچ کر اسے یوں بھی رہ رہ کر تیمور پر غصہ آ رہا تھا' اگر اس نے انکار ہی کرنا تھا تو اقرار کیوں کیا' تبھی وہ تیمور سے دوٹوک بات کرنے اس کے کمرے میں چلا آیا اور ادھر رابعہ سکندر جو عمر حسن کی آمد کا سن کر کل سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ نہیں جانتی تھی کہ جس کا وقتی سامنا کرنے سے وہ ہچکچا رہی ہے' اس سے عمر بھر کا واسطہ پڑ جائے گا۔

❖......◉......❖

"آپ نے کیوں کیا یہ سب...... آپ جانتے ہیں آپ کے فیصلے سے سب کو کتنی تکلیف پہنچی ہے۔" تیمور بریف کیس میں اپنے ضروری ڈاکومنٹس رکھ رہا تھا جب عمر اس کے سر پر پہنچ کر کسی قدر اونچی آواز میں بولا۔ چہرہ غصے سے دہک رہا تھا مگر لہجہ اس نے کنٹرول میں ہی رکھا' وہ تیمور سے لڑنے نہیں' اسے سمجھانے آیا تھا۔

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے' اس میں تمہیں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں۔" سر جھٹکتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ لہجہ اتنا روکھا تھا کہ عمر ایک پل کے لیے گنگ رہ گیا۔ اس نے تو جیسے بات ہی ختم کر دی تھی مگر اس کے بات ختم کرنے سے بات ختم کہاں ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے' یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مگر آپ کی ذات کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ جڑے ہوئے ہیں' جنہیں آپ سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں' آپ اپنی ضد کے پیچھے ان سب کی دل آزاری کریں گے؟ جانتے ہیں انکل کی طبیعت کتنی خراب ہے' آنٹی کا رو رو کر بُرا حال ہے اور رابعہ...... اس بے چاری کا کیا قصور ہے؟ وہ پورے دس سال آپ سے منسوب رہی ہے' اگر وہ آپ کو پسند نہیں تھی تو بہت پہلے انکار کر دینا چاہیے تھا اور اگر آپ نے سب کی خوشی کے لیے تب نہیں کیا تو اب کیسے اتنے خودغرض بن گئے؟ آپ تو ایسے نہیں ہیں۔"

"تم یہ ایموشنل بلیک میلنگ کر کے کیا سمجھتے ہو' مجھے قائل کر لو گے؟ دیکھو عمر! میں تم سے کوئی سخت بات نہیں کرنا چاہتا' میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں' تم چلے جاؤ یہاں سے......" بریف کیس بند کر کے وہ عجب بے لچک انداز میں بولا۔ لہجہ ہر قسم کے احساس سے عاری تھا۔

"آپ صرف مجھے اتنا بتا دیں...... آپ نے انکار کیوں کیا ہے؟ میں ابھی چلا جاؤں گا۔" عمر کا لہجہ بھی سرد ہوا۔

"میں تمہیں بتا بھی دوں تو کیا ہو گا؟" تیمور کے لہجے میں استہزا تھا۔

"آپ پہلے بتائیں تو سہی' پھر میں بتاؤں گا کہ کیا ہو گا۔"

"دو باتیں ہیں' پہلی بات تو یہ کہ میں اس میں انٹرسٹڈ تھا ہی نہیں اور دوسری بات یہ کہ وہ بھی مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں۔ پہلے مجھے اس بات کا پتا نہیں تھا مگر اب پتا چل گیا کہ وہ کہیں اور انوالو ہے' سو پھر ایسی زبردستی کا فائدہ......؟"

"کون......! رابعہ......؟" عمر کو جیسے یقین نہیں آیا تھا' وہ بے یقینی سے تیمور کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں اس وقت گہری سنجیدگی رقم تھی۔

"ہاں' وہی...... اور دیکھو عمر! تم بھی جانتے ہو میں ہمیشہ ہر کام فیئر طریقے سے کرنے کا عادی ہوں' چلو میں اسے پسند نہیں کرتا مگر وہ تو کرتی۔ اس بے چاری کے ساتھ بھی زبردستی ہو رہی ہے۔ مجھے ماہم نے بتایا بھی تھا کہ وہ ابھی شادی کے لیے راضی نہیں ہے' مجھے تب سمجھ جانا چاہیے تھا مگر یہاں کسی کی کوئی سنتا ہی کب ہے۔"

"آپ یہ سب اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں نہیں مانتا وہ آپ کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" عمر کے لہجے میں اٹل یقین بول رہا تھا اور یہی یقین آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

"تمہیں یقین دلا کر مجھے کیا مل جائے گا......؟ اور ویسے بھی چھوڑو اس بات کو...... تمہیں جواز چاہیے تھا وہ میں نے دے دیا۔"

”مگر مجھے ایسا لولا لنگڑا جواز نہیں چاہیے‘ آپ اگر اس پر اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں تو ثبوت بھی دیں۔“ عمر عجب ضدی لہجے میں پھنکارا۔ تبھی تیمور شانے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے بولا۔

”میں نے تمہیں پہلے بھی کہا میں تمہیں یقین دلانے کا پابند نہیں ہوں‘ ویسے ایک بات تم بتاؤ‘ تمہیں اتنی بے چینی کیوں ہورہی ہے‘ کیوں تم رابعہ کی اتنی حمایت کررہے ہو‘ بہت ہمدردی ہورہی ہے اس سے......؟“

”بات ہمدردی کی نہیں...... اور نہ ہی میں اس کی حمایت کررہا ہوں۔ میں صرف آپ کو غلط فیصلے سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ آپ کے سوا کسی اور کو پسند نہیں کرتی۔“ عمر جھنجلا سا گیا جب کہ تیمور بغور اس کی جھنجلاہٹ ملاحظہ کررہا تھا۔ ”آپ اپنی بات کریں‘ رابعہ پر الزام لگانے کی کوئی ضرورت نہیں...... میں جانتا ہوں آپ کی زندگی میں کوئی اور ہے اور معاف کیجیے گا‘ ایک دفعہ غلطی سے آپ کی ڈائری ہاتھ لگی تھی میرے...... آپ کے جذبات کی ترجمان اور پھر لڑکیوں کے پیچھے آپ کو خوار ہوتے تو میں نے خود دیکھا ہے‘ آپ کہاں کہاں جاتے ہیں‘ یہ بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں‘ ذرا اپنے گریبان میں تو جھانکیں پھر کسی دوسرے پر انگلی اٹھائیں‘ آپ نے تو ریڈ لائٹ ایریا بھی نہیں چھوڑا۔ وہاں میں نے خود آپ کو دیکھا تھا اور میں نے یہ بات رابعہ کو بتانی بھی چاہی تھی مگر وہ تو آپ کو دودھ کا دھلا سمجھتی ہے‘ اندھا اعتماد کرتی ہے آپ پر اور آپ پتا نہیں کس بات سے بدگمان ہوکر اسے اتنی بڑی سزا سنانے جارہے ہیں۔“

”اگر تمہاری تقریر ختم ہوگئی تو جاؤ یہاں سے...... میں نے اور کچھ نہیں سننا۔“ وہ ایک دم بے زار ہوا۔

”چلا جاؤں گا مگر ایک بات یاد رکھیں‘ سب کا دل دکھا کر جائیں گے تو سکون آپ کو بھی نہیں ملے گا۔ رابعہ کو یقیناً آپ سے اچھا شخص مل جائے گا مگر آپ کو اس سے اچھی لڑکی کبھی نہیں ملے گی۔“ وہ دکھ سے کہہ کر پلٹنے لگا تھا کہ تیمور کی بات نے اسے وہیں اپنے قدموں پر ساکت کردیا۔

”اور وہ اچھا لڑکا عمر حسن کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔“ عمر کے قدموں سے جیسے کسی نے زمین کھینچی تھی۔ اس نے پلٹ کر تیمور کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ تھی اور ٹھہراؤ بھی تھا۔ ”اور میں کم از کم اس کا ثبوت ضرور دے سکتا ہوں۔“ عمر کے چہرے کے رنگ بڑی تیزی سے بدلے تھے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر قوت گویائی گویا سلب ہوگئی تھی۔ ”اور میں جانتا تھا تم ضرور مجھ سے جھگڑنے آؤ گے اور سچ پوچھو تو میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔“ وہ بول رہا تھا اور عمر کوشش کے باوجود اس کی کسی بات کو نہیں جھٹلا پایا۔ وہ جھٹلانے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔ ”تم رابعہ کو بہت خوش رکھ سکتے ہو‘ مجھ سے بھی زیادہ...... اور سچ پوچھو تو یہی میرے انکار کا جواز ہے۔ میں یہاں سے جاتے وقت ابو سے کہہ دوں گا کہ وہ رابعہ کی شادی تم سے کردیں‘ آخر تم کو بھی تو بیٹوں کی طرح پالا ہے انہوں نے...... مگر اس کے بدلے میں تمہیں بھی میرے لیے کچھ کرنا ہوگا۔“

”آپ غلط سمجھ رہے ہیں‘ ایسا کچھ نہیں‘ رابعہ میری دوست ہے اور بس......“ عمر نے دل کی دھڑکنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر تیمور کی غلط فہمی رفع کرنی چاہی تب ہی تیمور نے معنی خیز انداز میں ہنستے ہوئے اپنے بیڈ کی دراز سے کچھ وشنگ کارڈ نکال کر اس کے آگے ڈھیر کردیے اور عمر کو لگا وہ اب واقعی کچھ نہیں بول سکے گا۔

❖......◉......❖

گھر میں شادی کے ہنگامے ایک بار پھر جاگ اٹھے تھے۔ عمر کے فیصلے سے سب کو ہی خوشی ہوئی تھی مگر عظیم صاحب کی خوشی تو دیکھنے کے لائق تھی۔ جس بھتیجے کو بیٹوں کی طرح پالا تھا‘ اس نے مشکل گھڑی میں بیٹا بن کر بھی دکھایا تھا۔ تیمور کے انکار نے انہیں کس قدر دل برداشتہ کیا تھا‘ یہ وہی جانتے تھے مگر پھر یہ عمر ہی تھا جس نے ان کے

ٹوٹتے مان کو بکھرنے سے بچایا تھا۔ اگرچہ عمر میں بہت سی خامیاں تھیں مگر ان کے خیال میں اس طرح کی خامیاں آج کل ہر دوسرے لڑکے میں تھیں پھر انہیں عمر سے زیادہ عزیز کون ہوسکتا تھا اور عمر ہاں کرکے بھی مخمصے میں پھنسا ہوا تھا۔ بے شک وہ اپنے فیصلے سے مطمئن تھا مگر رابعہ کی مسلسل چپ اسے الجھا رہی تھی اور اس کا متوقع ردعمل بھی اس کے ذہن سے مخفی نہیں تھا اور پھر وہ اس سارے قصے میں ملیحہ کو بھی تو نظر انداز نہیں کرسکتا تھا وہ لڑکی جسے وہ گھر والوں سے ملوانے کسی خاص مقصد سے لایا تھا مگر تیمور نے اسے یوں لاجواب کیا کہ وہ نہ تو اسے جھٹلا سکا‘ نہ رابعہ سے شادی کے لیے قائل کرسکا اور نہ ہی خود پیچھے ہٹ سکا۔ اس نے بلا تامل عظیم اور سکندر انکل کے سامنے اپنا آپ پیش کردیا تھا کہ وہ صرف ان چہروں کو خوش دیکھنا چاہتا تھا جنہوں نے ہمیشہ اسے خوش رکھا تھا اور رابعہ سکندر کو اپنا نام دے کر وہ بڑی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوگیا تھا۔

❖......◉......❖

ماہم شادی کرکے پیا دیس سدھار گئی اور رابعہ سکندر‘ مسز عمر حسن بن کر اس کے فلیٹ میں چلی آئی۔ وہ فلیٹ ولید حسن کی طرف سے اسے وراثت میں ملا تھا اور جہاں دورانِ تعلیم وہ رہائش پزیر بھی تھا۔ رابعہ کو یہاں لانے کا مقصد صرف اس کا ذہن بٹانا تھا کیونکہ اسی گھر میں دلہن بن کر کسی اور حیثیت سے رہنا یقیناً اس کے لیے اذیت ناک تھا اگرچہ اب عمر کی رہائش بھی ”حیات ولا“ میں تھی مگر وہ رابعہ کو ابھی وہاں لے جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اور رابعہ کے لیے تو عمر حسن سے شادی ہی ایک ایسا بڑا شاک تھی جس سے نکلنے کے لیے اسے پتا نہیں کتنی مدت درکار تھی‘ اس کے سارے احساسات برف ہوتے جارہے تھے اور خاموشی کا اک قفل تھا جو ہونٹوں پر لگ چکا تھا۔ عمر کے فلیٹ کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ راہداریاں جھلملاہٹ وخوش بُو سے مہک رہی تھیں‘ ہر سو روشنیوں کا اجالا بکھرا ہوا تھا۔ مگر وہ ہر احساس سے لاتعلق کسی بُت کی طرح سر جھکائے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ عمر کے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے اس کے پاؤں ایک پل کے لیے ڈگمگائے تھے اور خشک آنکھوں میں اچانک ہی سمندر اتر آئے تھے مگر یہ صرف ایک لمحے کی بات تھی اگلے ہی پل بے دردی سے ہونٹوں کو کچلتے ہوئے وہ اندر چلی آئی۔ جب پُل صراط پر قدم رکھ ہی دیا تھا تو ڈگمگانا کیسا......؟ مگر جو بھی ہوا اسے سمجھنے اور قبول کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔

اسے عمر کی سعادت مندی پر غصہ آیا تھا مگر اب ترس آرہا تھا۔ اس نے بھی تو اپنی محبت قربان کی تھی‘ گھر والوں نے اس کو پالنے کا کیا خراج مانگا تھا۔ تیمور کو عاق کرکے گھر بدر کردیا گیا مگر اسے اس بات سے بھلا کیا فائدہ پہنچنا تھا۔ وہ شخص جب اس کی زندگی کے دائرے سے ہی نکل گیا تو پھر کہیں بھی ہوتا کیا فرق پڑنا تھا...... اور اب حجلۂ عروسی میں بوجھل دل اور سرخ آنکھیں لیے وہ اس شخص کا انتظار کررہی تھی جس کے انتظار سے اسے ہمیشہ کوفت ہوتی تھی مگر اب اس کا انتظار کرنا قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تھک سی گئی تبھی پاؤں سیدھے کرتے ہوئے اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔ ایک بوجھل سی نظر عمر حسن کے کمرے پر ڈالی جہاں وہ پہلے بھی اکثر آتی رہتی تھی اور ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کا کمرہ نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ آرٹسٹک انداز میں سجا ہوا یہ کمرہ تازہ پھولوں کی خوش بُو سے مہک رہا تھا۔ صوفے‘ پردے‘ کُشن‘ کارپٹ‘ ہر شے نیلی سیاہی میں ڈوبی معلوم ہورہی تھی۔ اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔ عمر کا تو یہ پسندیدہ رنگ نہیں تھا یہ رنگ تو خود اسے پسند تھا اور پھر یہی نہیں دیواروں پر لٹکی ایکٹرز کی فضول تصویریں بھی غائب تھیں۔ یقیناً عمر نے انہیں وہاں سے ہٹادیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسے یہ سب پسند نہیں اور وہ جب بھی یہاں آتی تھی ان کا پہلا جھگڑا اسی بات پر ہوتا تھا۔ خالی دیواروں کو دیکھتے ہوئے اس کا ذہن کسی یاد کی پرچھائیں میں کھونے لگا۔

”بس! میں نے اب فیصلہ کرلیا ہے کہ آئندہ

تمہارے فلیٹ میں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔'' وہ جارحانہ انداز میں عمر سے مخاطب تھی اور وہ کمینگی سے مسکراتے ہوئے چلغوزے چھیل رہا تھا۔

''موسٹ ویلکم! مجھے اور کیا چاہیے۔'' مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی شرارت چمک رہی تھی اور اگلے ہی پل مزے سے بولا۔ ''میں تمہیں اٹھا کر لے آؤں گا' تم کون سی بہت ہیوی ہو' چیونٹی جتنی تو جان ہے تم میں......''

''بکواس بند کرو' یہ اول فول لگانے سے کیا ملتا ہے تمہیں...... پتا ہے نماز بھی نہیں ہوتی اگر کمرے میں ایک بھی تصویر لگی ہو تو...... اور تم نے تو پوری فلم انڈسٹری کمرے میں لٹکائی ہوئی ہے۔''

''تو میں کون سی نماز پڑھتا ہوں اور ویسے بھی نماز تو مسجد میں پڑھی جاتی ہے' یہاں کمرے میں تھوڑی پڑھوں گا میں۔'' بے پروائی سے کہتا وہ اسے سرتا پیر سلگا گیا تبھی وہ سرخ چہرہ لیے جارحیت سے بولی۔

''بہت فخر ہے تمہیں اس بات پر کہ تم نماز نہیں پڑھتے' ڈوب مرو شرم سے...... اگر تم میں ہے تو...... عمر! تم واقعی کبھی بھی نہیں سدھر سکتے...... اور سچ بات ہے جسے اللہ ہدایت نہ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔''

''تو پھر اتنا چیخ کیوں رہی ہو' اللہ سے میری ہدایت کی دعا مانگو نا!'' چلغوزے ایک سائیڈ پر کھسکا کر وہ سکون سے ہاتھ باندھ کر بولا اور رابعہ کو اس کا اتنا مطمئن انداز مشتعل کر گیا تبھی وہ چڑ کر بولی۔

''اونہہ! یوں کہہ دینے سے ہدایت نہیں ملتی' دل جھکانے پڑتے ہیں' بدلنا پڑتا ہے خود کو...... جانتے ہو لفظ بے کار ہو جاتے ہیں وہاں جہاں عمل کھوٹے ہوں اور تم تو سرتا پا ہو ہی خام...... تم میں کھوٹ ہی کھوٹ ہے اور اللہ کھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

''اور اگر اس نے مجھ کو دے دی تو......؟'' مذاق کرتے کرتے وہ یک دم سنجیدہ ہو جاتا تھا اور رابعہ اس کو سنجیدہ دیکھ کر نرمی سے بولی۔

''تو پھر سمجھ لینا کہ اللہ نے تم پر رحم کیا ہے۔''

''یقیناً وہ مجھ پر رحم کرتا ہے تو مجھے ان تمام چیزوں سے نوازتا ہے جنہیں میں اپنی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔''

''غلط عمر! پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ تم پر مہربان ہے اور وہ مہربان اپنے سارے بندوں پر ہوتا ہے۔ ان پر بھی جو اسے مانتے ہیں اور ان پر بھی جو اسے نہیں مانتے اگر وہ مہربان نہ ہوتا تو کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رکھتا۔ انہیں عیش و عشرت اور آرام نہ دیتا۔ ان کی دلی مرادیں پوری نہ کرتا' انہیں صحت نہ دیتا' انہیں دنیا نہ دیتا مگر وہ مہربان ہے عمر! اور اس کی یہ صفت بلا امتیاز ہر ذی نفس کے لیے ہے مگر رحم وہ ان پر کرتا ہے جو اس کے لیے دائرے میں ہوتے ہیں' جن کو پسند کرتا ہے' جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جن کو وہ بھٹکنے سے بچانا چاہتا ہے۔ تمہارے پاس ہر طرح کا عیش ہے تو یہ مت سمجھو کہ اللہ تم سے راضی ہے تو تب تمہیں ان سب سے نوازا ہے' اگر تمہیں ہدایت مل جاتی ہے تب اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو تو تم سمجھو' وہ تم سے راضی ہے اور اگر تم اس کی رضا حاصل کر لیتے ہو تو سمجھو تم دنیا کے سب سے امیر شخص ہو۔'' وہ بولی تو بولتی چلی گئی اور عمر چپ چاپ اسے سنتا گیا۔ وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے یونہی جذباتی ہو جاتی تھی اگرچہ خود بھی بہت مذہبی نہیں تھی مگر وہ ان کاموں سے ضرور بچتی تھی جنہیں وہ گناہ کے زمرے میں شمار کرتی تھی اور وہ عمر جو کبھی اس کے سمجھانے سے نہیں سمجھا تھا' اب پتا نہیں کیوں اچھا بننے کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔

''تم یہ سب نہ بھی کرتے عمر! تب بھی کیا فرق پڑنا تھا اور مجھے تو اب کسی بات سے فرق نہیں پڑتا۔'' خالی خالی آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھتے ہوئے اس نے اذیت سے سوچا۔

کل رات وہ شدتوں سے روئی تھی۔ تیمور کا ٹھکرایا جانا اپنی جگہ مگر اس شخص کی زندگی میں زبردستی شامل ہونا جس کی زندگی میں پہلے ہی کوئی اور لڑکی طمطراق سے براجمان تھی' اسے اپنی ذات کی توہین ہی لگی تھی اور پھر وہ عمر کا

احسان کیوں لیتی' وہ اس سے ہمدردی کے مارے شادی کر رہا تھا لیکن اس کو تو عمر حسن کی ہمدردی نہیں چاہیے تھی اور نہ ہی اس کا احسان قبول تھا۔ اس نے بہت بار ارادہ کیا کہ عمر کو صاف انکار کر آئے' اسے کہہ آئے زندگی صرف تیمور اور تم پر ہی ختم نہیں ہو جاتی' دنیا بھری پڑی ہے لڑکوں سے...... وہ اس پر احسان مت کرے اپنا نام دے کر...... مگر کوشش کے باوجود وہ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا پائی۔ ہر بار ماں باپ کا چہرہ اس کے سامنے آ جاتا اور ہر بار وہ ہار جاتی...... اور ویسے بھی ہمیشہ زندگی میں وہ تو نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں اور اس کی زندگی میں بھی وہ نہیں ہوا تھا جو اس نے چاہا تھا۔

اس نے ایک بوجھل سی نظر وال کلاک پر ڈالی جو رات کے دو بجا رہا تھا۔ اسے نیند سی آنے لگی' وہ پچھلے ایک ہفتے سے مسلسل راتوں کو جاگ رہی تھی' نیند تو آنکھوں سے جیسے روٹھ گئی تھی اور آج تو روح کی تھکن کے ساتھ ساتھ جسم بھی تھکاوٹ کا شکار تھا۔ مگر اس سب کے باوجود وہ عمر حسن کا انتظار کر رہی تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کی دلہن تھی بلکہ اس لیے کہ ایک بار اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنا چاہتی تھی۔ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اب بھی خوش ہے یا نہیں۔ اب تو وہ شخص اس کی زندگی سے بہت دور چلا گیا ہے جس سے وہ حسد کرتا تھا۔ اگرچہ اسے تیمور سے محبت نہیں تھی مگر جتنا عرصہ وہ اس سے منسوب رہی تھی دل میں خود ہی اس کے لیے ایک جگہ بن گئی تھی' اب اس کی جگہ کسی اور کو دینا اس کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین تھا۔ آنسو بڑی تیزی سے خمار آلود آنکھوں میں پھیلنے لگے۔ وہ جس کی ہو گئی تھی اسی سے جھگڑنا چاہتی تھی...... مگر جھگڑنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جب تک وہ عمر کا انتظار کرتی رہی وہ آیا ہی نہیں تھا اور جب وہ آیا تب تک وہ نیند سے جنگ کرتی ہار چکی تھی۔

❖......☾......❖

عمر مبہوت سا رابعہ کو دیکھ رہا تھا' اس کے سوگوار حسن نے واقعی اس پر سحر طاری کر دیا تھا۔ سرخ پشواز پہنے' قیمتی

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار — ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت' ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی — گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کو دنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ' نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن' شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ' خوشبوئے سخن' منتخب غزلیں و نظمیں' ذوق آگہی' اقتباسات' اقوال زریں' احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

زیور اور سلیقے سے کیے گئے میک اپ میں وہ واقعی بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس نے آج سے پہلے اسے اتنی تیاری میں دیکھا ہی کب تھا...... آنکھیں موندے، تکیے سے ٹیک لگائے وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی۔ عمر کو خوش گوار سی حیرت ہوئی' اس کا خیال تھا وہ چینج کر کے سو چکی ہوگی یا پھر بیٹھی رو رہی ہوگی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ اس کا انتظار کرتی رہی تھی یہ خیال ہی اس کی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ بکھری' اگرچہ وہ آج خود بھی بہت حسین لگ رہا تھا مگر وہ جانتا تھا رابعہ کو نہ اس کی وجاہت سے مطلب ہے اور شاید نہ ہی اس کی ذات سے...... مگر اس کا خیال غلط تھا' وہ اس کے نزدیک کچھ اہمیت تو رکھتا ہی تھا اور اس کا ثبوت اس وقت خود رابعہ کا وجود تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے واش روم میں گھسا' ذہن سے ایک بوجھ تھا جو سرکا تھا۔ فریش ہونے کے بعد وہ باہر آیا تو نظریں پھر بھٹک کر رابعہ پر مرکوز ہوگئیں' جو بھاری بھرکم لباس میں بے آرامی کے باوجود سکون سے سو رہی تھی۔ اس کے معصوم سے چہرے پر زردیاں کھنڈی ہوئی تھیں اور چہرے پر آنسوؤں کی خشک لکیریں قدرے واضح تھیں' وہ جو جھک کر اس پر کمبل ڈالنے لگا تھا' اس کے چہرے کو قریب سے دیکھنے پر اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا' اسے کمبل اوڑھا کر وہ سرعت سے پیچھے ہٹا۔ وہ روتی رہی تھی' یہ خیال اسے افسردہ کر گیا۔ دل کی ساری خوش گمانیاں ہوا ہوئی تھیں' بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے وہ کچھ پل کسی گہری سوچ میں گم رہا اور پھر نائٹ بلب روشن کر کے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

❖......◉......❖

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے عمر کو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال سنوار رہا تھا غالباً نہا کر آرہا تھا تبھی تو پانی کے قطرے اس کے بالوں سے ٹپک رہے تھے اور یہ اس کی اضافی خامی تھی کہ کبھی بھی وہ بالوں کو تولیے سے خشک نہیں کرتا تھا۔ رات وہ کس وقت آیا' وہ کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھی کیونکہ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ یوں نڈھال ہو کر سوئی کہ اب اٹھی تھی۔ آنکھیں شدت گریہ سے سرخ ہو رہی تھیں جب کہ جسم ہلکے ہلکے بخار کی لپیٹ میں تھا۔ عمر نے اسے آئینے میں اپنی طرف متوجہ دیکھا تو گلا کھنکھارتے ہوئے مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔

''گڈ مارننگ! ہوگئی صبح جناب؟'' وہ بے تکلفی سے یوں مخاطب تھا جیسے وہ اس سے کبھی ناراض ہی نہیں تھا۔ رابعہ اس کے اچانک پلٹنے پر سٹپٹا گئی اور پھر جونہی نظر اپنے عروسی لباس پر پڑی' اسے جی بھر کر شرمندگی محسوس ہوئی۔

''کیا سوچا ہوگا عمر نے...... اگر سونا ہی تھا تو لباس چینج کر کے سو سکتی تھی۔'' خود کو سرزنش کرتے ہوئے وہ کمبل پرے ہٹا کر اٹھی۔ عمر کے ''گڈ مارننگ'' کو اس نے یکسر نظرانداز کر دیا تھا۔

''میرے بغیر نیند آگئی تھی تمہیں......؟'' برش ہاتھ میں پکڑے اس کے قریب آکر رکا۔ گمبھیر لہجہ پُرشوق آنکھیں! رابعہ اچانک پزل سی ہوئی۔ عمر نے آج سے پہلے اتنے استحقاق سے اسے دیکھا جو نہیں تھا۔

''پلیز عمر!'' اس نے بمشکل اپنا لہجہ سخت ہونے سے روکا' اس کی قربت فی الحال اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کر رہی تھی۔ ''میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں' پرے ہٹو!'' اس نے ہاتھ سے عمر کو پیچھے دھکیلنا چاہا مگر وہ تو ایک انچ اپنی جگہ سے نہ سرکا' البتہ چوڑیوں کی کھنکھناہٹ پورے کمرے میں جلترنگ بکھیر گئی تھی' جس سے اردگرد کا ماحول کچھ اور بھی جاندار ہوا اور عمر کے ہونٹوں پر بھی ایسی ہی جاندار مسکراہٹ بکھری تھی۔

''رات تم میرا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھیں؟ ناقابل یقین! قسم سے اگر مجھے پتا ہوتا......'' ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ رابعہ نے درشتگی سے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی تھی۔

''تمہارا شکریہ بولنا تھا اس لیے جاگ رہی تھی' تم نے احسان بھی تو بہت بڑا کیا ہے مگر افسوس کے ساتھ عمر! اتنا

کچھ کرنے کے باوجود بھی تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا' میری طرح تم بھی خالی ہاتھ ہی ہو۔''

''کیا مطلب؟'' اس کی مسکراہٹ فوراً سمٹی تھی' وہ الجھن بھری نظروں سے اس کے صبیح تمتماتے چہرے کو دیکھنے لگا جو بخار اور جذبات کی حدت سے دہک رہا تھا۔

''کیا کرو گے مطلب سمجھ کر؟ تم نے کہا میں تیمور کی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہوں تو دیکھو وہ میری زندگی سے کتنی دور چلا گیا ہے...... میں نے تمہیں دل سے قبول ضرور کیا ہے مگر تم کبھی بھی تیمور کی جگہ نہیں لے سکتے اور کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کا نعم البدل کبھی نہیں ہوسکتا' ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے' میں چاہ کر بھی تمہارے لیے وہ احساسات جگا نہیں سکتی جو اس رشتے کا تقاضا ہیں مگر میں کوشش کروں گی کہ تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دوں۔'' ہیزل گرے آنکھوں میں چمکتی نمی' عمر سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی اور اس کے لیے ان آنکھوں کو کسی اور کے لیے روتا دیکھنا بہت اذیت ناک تھا' رابعہ کا یوں سفاکی سے حالات کا تجزیہ کرنا اسے کانٹوں پر گھسیٹ گیا تھا تبھی وہ تلخ ہوا۔

''وہ تم سے محبت نہیں کرتا تھا رابعہ! اس لیے اس نے انکار کیا تھا' اس کی زندگی میں پہلے ہی کوئی اور لڑکی تھی' جو اس کے دل پر حکومت کرتی تھی اور جانتی ہو دل کی سلطنت پر کسی ایک کی ہی حکومت اچھی لگتی ہے پھر تمہاری اس کی زندگی میں گنجائش ہی کہاں نکلتی تھی۔''

''تمہاری زندگی میں بھی تو کوئی اور لڑکی ہے پھر تم نے کیوں کی مجھ سے شادی......؟'' رابعہ نے استہزائیہ ہنستے ہوئے عمر کو لاجواب کرنا چاہا اور وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

''مگر محبت میرا مسئلہ نہیں ہے عمر! محبت تو مجھے تیمور سے بھی نہیں تھی' میں نے اپنی زندگی میں فیئر بندہ چاہا تھا' جسے میرے احساسات اور جذبات کی قدر ہو' میں نے تم جیسے ہم سفر کا تو سوچا بھی نہیں تھا۔'' عمر ایک لمحے کے لیے جیسے برف ہوگیا۔ رابعہ نے کیسا تمانچہ مارا تھا' اس کے منہ پر......

''ٹھیک ہے میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ میری اس سے محبت کبھی ہمارے رشتے کے بیچ میں نہیں آئے گی۔'' اگلے ہی پل سنبھلتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر بولا تھا اور رابعہ کے چہرے کی زردی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

''مجھے تمہاری بھیک میں دی ہوئی محبت چاہیے بھی نہیں عمر! تم نے مجھے جگ ہنسائی سے بچایا' یہی بہت ہے۔ محبت کا جھوٹا ناٹک نہ بھی رچاؤ تو خیر ہے۔'' رابعہ نے سرد سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے پاس سے گزر کر آگے جانا چاہا لیکن عمر نے اتنی ہی سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا تھا' اس کی گرفت میں سختی تھی مگر لہجہ نرم ہی رہا تھا۔

''محبت اور سمجھوتے میں بہت فرق ہوتا ہے رابعہ اور میں کوئی ایکٹر نہیں ہوں جو تم سے محبت کا جھوٹا ناٹک رچاؤں اور میں رچاؤں گا بھی کیوں......؟ جب تمہیں اس کی ضرورت ہی نہیں...... لیکن خیر' محبت کے بغیر بھی میں نے بہت سارے لوگوں کو خوش گوار زندگی گزارتے دیکھا ہے اور پھر ہم دونوں کے مزاج میں تو یوں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہمیں خوش گوار زندگی گزارنے کے لیے بہت سمجھوتا کرنا پڑے گا۔'' اس کی کلائی چھوڑتے ہوئے وہ یاسیت سے مسکرایا اور پھر خود بھی پلٹ کر دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ''اور مجھے تو تم ویسے بھی پسند نہیں کرتی ہو سو تمہیں تو کچھ زیادہ ہی برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔'' رابعہ نے تائید کی نہ تردید' وہ خاموشی سے وارڈ روب کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی مگر آنکھوں میں آنسو تھے کہ امڈتے چلے آرہے تھے وہ اتنی حساس کیوں ہوگئی تھی' وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

''سوری! میں کل رات جلدی نہ آسکا' تم نے جیسے بھی سہی میرا انتظار تو کیا تھا مگر ملیحہ بہت اپ سیٹ تھی۔ کچھ اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی' میں بہت پریشان تھا اس کے لیے مگر مجھے تمہارا خیال بھی آتا رہا۔ پھر سوچا تم بھلا کب میری منتظر ہوگی اور میں ٹھیک ہی تھا۔'' پرفیوم کا بے

تحاشا چھڑکاؤ کرتے ہوئے وہ اسے دیکھے بغیر اس سے مخاطب تھا۔ رابعہ کے ہاتھ ایک پل تو ہینگر تھامتے ہوئے ٹھٹکے مگر اگلے ہی پل وہ کسی بھی قسم کا کوئی تاثر دیئے بغیر الماری کا پٹ بند کرنے لگی۔ ''میں جانتا ہوں تمہیں ملیحہ یا کسی بھی ایکس وائی زیڈ سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس کو تم سے ضرور پڑا ہے' ایک ہی دن میں صدیوں کی بیمار لگنے لگی ہے لیکن خیر یہ تمہارا دردِ سر تو نہیں ہے۔'' رابعہ کے رنگ بدلتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ کمینگی سے مسکرایا۔ ''اور یہ رہا تمہاری رونمائی کا تحفہ...... امید ہے پسند آئے گا......'' اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس نے ایک نازک سا مخملیں کیس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پھر ٹشو باکس سے چند ٹشو نکال کر اس نے رابعہ کی طرف پھینکے۔ ''اگر یہ آنسو تیمور کے لیے ہیں تو تم ناحق انہیں بہا رہی ہو اور اگر میری کسی بات نے تمہیں دکھی کیا ہے تو میں تمہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتا' اور آئندہ میں تمہیں روتا نہ دیکھوں۔'' رابعہ کے آنسو اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکے تھے وہ سنجیدگی سے کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور رابعہ کی زندگی میں آنے والا یہ دوسرا شخص تھا جس کا مزاج وہ کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔

❖......◉......❖

اور پھر زندگی اپنی مخصوص ڈگر پر چل نکلی۔ وہ دونوں بظاہر تو بہت خوش تھے مگر درحقیقت اندر سے اتنے ہی خالی تھے۔ لوگ ان کی جوڑی کو سراہتے تو ایسے میں وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چُرا کر رہ جاتے۔ کیونکہ چار ماہ گزرنے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے سے صدیوں کی مسافت پر کھڑے تھے۔ نہ عمر نے آگے قدم بڑھائے اور نہ ہی رابعہ کے رویے میں لچک آئی۔ عمر کو تو خیر رابعہ کا یہی جملہ کانٹے کی طرح چبھتا تھا کہ میں نے فیئر ہم سفر چاہا تھا تم جیسا نہیں اور جہاں تک رابعہ کا تعلق تھا اسے عمر کی سرگرمیاں بُری طرح ناپسند تھیں۔ مگر اب وہ پہلے کی طرح دھونس جما کر اس پر روک ٹوک نہیں کر سکتی تھی' تعلق کیا بدلا تھا' وہ تو سرتاپا بدل گئی تھی اور اب عمر بھی تو کہاں پہلے جیسا رہا تھا' شادی کے ابتدائی دنوں کے بعد وہ اچانک ہی اپنے خول میں سمٹتا چلا گیا تھا۔ رات کو اکثر اٹھ کر اسٹڈی روم میں چلا جاتا اور پھر گھنٹوں وہیں بیٹھا رہتا۔ پتا نہیں وہ وہاں کیا کرتا تھا۔ صبح جب وہ اسٹڈی روم کی صفائی کرتی تو ڈھیروں سگریٹ کے ان جلے ٹکڑے اسے ایش ٹرے میں مسلے ہوئے ملتے' کئی دفعہ تو اس کا دل چاہتا کہ وہ عمر سے بیٹھ کر پوچھے اسے مسئلہ کیا ہے' کون سی ٹینشن اسے لاحق ہے جس کا اظہار وہ یوں سگریٹ پھونک کر کرتا ہے مگر پھر بے پروائی کا چولا پہن لیتی۔ اب عمر سے اتنی بے تکلفی رہی ہی کہاں تھی کہ اس سے کچھ پوچھ سکتی اور پھر کچھ حد تک تو وہ اندازہ لگا ہی چکی تھی کہ اس کی فرسٹریشن کا سبب کیا ہے پھر اس سے پوچھ کر کیا کرتی۔

''محبت کی قربانی دینا اتنا آسان نہیں ہوتا عمر! تمہیں پتا نہیں کیوں حاتم طائی بننے کا جنون سوار ہوا تھا۔'' اس کے کپڑے پریس کرتے ہوئے وہ اس پر ترس کھا رہی تھی۔ آج ماہم کی طرف دعوت تھی اور وہ ابھی تک گھر سے باہر تھا اور یہ تو اس کا معمول بن گیا تھا' روز رات کو دیر سے آتا' آتے ہی کمپیوٹر پر بیٹھ جاتا' اس سے ہلکی پھلکی گپ شپ لگاتا اور پھر سونے کے لیے لیٹ جاتا۔ جب کہیں جانا ہوتا تب تو وہ ضرور معمول سے زیادہ تاخیر سے آتا تھا' اسے اپنا انتظار کروا کر پتا نہیں اس کی کون سی حس کی تسکین ہوتی تھی۔ عمر کو بدلنے کے لیے وہ کتنا بدل گئی تھی۔ مگر وہ پھر بھی نہیں بدلا تھا' سنجیدہ ضرور ہوا تھا مگر اس کی بے پرواہیاں ہنوز جوں کی توں تھیں۔ اس کے وجود سے غافل ہوتا تو ہفتوں اس کی خبر نہ لیتا تھا اور اگر مائل ہونے پر آتا تو اسے ایک منٹ اپنی نظروں سے اوجھل نہ کرتا۔ اس سے ہنسی مذاق کرتا' فرمائشیں کر کے کھانا پکواتا' زبردستی تفریح پر لے جاتا اور کبھی کبھی تو بالکل بچہ بن جاتا' اس سے یوں ضد کرتا' ناز اٹھواتا جیسے بچے اپنی ماؤں سے اٹھواتے ہیں اور درحقیقت وہ توجہ کی کمی کا شکار ایک ترسا ہوا بچہ ہی تو تھا' جو آج بھی ماں کی گود کے لیے بلکتا تھا۔ وہ

سمجھتی کہ تھی وہ صرف اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا ہے تبھی تو اس نے کوئی ردِّعمل ظاہر نہیں کیا تھا مگر اگلے ہی دن اس کی خوش فہمی ہَوا ہوگئی جب عمر زبردستی اسے آئس کریم کھلانے آئس کریم پارلر لایا تھا۔

''عمر! پلیز میرا موڈ نہیں' تم اکیلے چلے جاؤ نا!'' وہ پورا راستہ احتجاج کرتی آئی تھی مگر عمر کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تھی' وہ مزے سے مسکراتا' بڑے دنوں بعد اپنی پرانی جون میں لوٹا تھا۔ اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے جمائے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''موڈ تو میرا بھی نہیں مگر تمہیں اس موسم میں آئس کریم کھانی اچھی لگتی ہے نا!''

''اب نہیں لگتی۔'' وہ پہلے تو ٹھٹکی تھی پھر اگلے ہی پل صاف مکر گئی۔ عمر اس کے حوالے سے چھوٹی سے چھوٹی بات یاد رکھتا تھا' وہ پہلے تو حیران ہوتی تھی مگر اب اس نے حیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ بہت عرصہ اس کے قریب رہی تھی' وہ اسے اتنا تو جانتا ہی تھا۔ مگر وہ اس کے حوالے سے ہر بات یاد رکھے ہوئے تھا اس خیال سے وہ دانستہ نظریں چراتی تھی۔

''اب کیوں نہیں لگتی؟'' وہ دلچسپی سے ونڈ اسکرین پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے شرارت سے بولا' جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا' وہ ہونٹ بھینچ کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ اب تو بہت کچھ اسے اچھا نہیں لگتا تھا' وہ کس کس چیز کی وضاحت دیتی۔

''کل تیمور ملا تھا مجھے' ایک لاء کمپنی میں جاب کرتا ہے آج کل......'' عمر نے دانستہ موضوع بدلا اور رابعہ بے ساختہ ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی۔ ''پوچھ رہا تھا تمہارا' میں نے جھوٹ بول دیا کہ بہت خوش ہو' وہ بھی مطمئن ہوگیا۔''

''میں واقعی خوش ہوں' اس میں جھوٹ کیا ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی تھی۔ عمر اس کے درمیان میں ہی ٹوکنے پر ذرا سا مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔

''لگتی تو نہیں ہو اور ویسے بھی تم تو سمجھوتا کر رہی ہو میرے ساتھ......''

''وہ تو تم بھی کر رہے ہو۔'' وہ دوبدو بولی۔ عمر اس کی حاضر جوابی پر ایک ستائشی نظر اس پر ڈال کر ذومعنی لہجے میں بولا۔

''میری تو مجبوری ہے تم سے سمجھوتا کرنا' تمہاری کیا ہے؟''

''وہی جو تمہاری ہے۔''

''میں تو محبت کرتا ہوں تم سے......'' عمر نے آہستہ سے کہتے ہوئے جیسے اسے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا اور کتنا عجیب لگا تھا اسے عمر کے منہ سے اپنے لیے یہ لفظ سننا...... اور شاید اچھا بھی لگا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جس پر اس شخص کے نام کی مہندی لگی تھی۔ گزرے وقت نے جہاں تیمور کے نقش کو ذہن سے مٹایا تھا وہاں کسی اور نقش کو بھی ابھارا تھا' یہ الگ بات کہ وہ نقش ابھی دھندلا تھا اور وہ نقش جس سے وہ دانستہ نظریں چراتی تھی......

''میں مذاق کر رہا ہوں یار! تمہیں بھلا کہاں ضرورت ہے میری محبت کی......؟'' وہ سفاکی سے بولا' وہ کچھ بھی تو نہیں بھولا تھا' رابعہ کو لگا اس نے شادی کے پہلے ہی دن عمر سے وہ سب کہہ کر ٹھیک نہیں کیا تھا' اب شاید ساری عمر اس نے یونہی طعنے سننے تھے...... حالانکہ وہ عمر کو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکی تھی مگر وہ بھی کہاں پورا اس کا ہوا تھا۔ ڈیش بورڈ پر پڑا عمر کا موبائل اچانک ہی تھرتھرایا۔ رابعہ ہنوز رخ موڑے بیٹھی تھی' اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل پکڑا۔

''کیسی ہو ملیحہ......!'' کال پک کرتے ہی وہ بے قراری سے بولا اور رابعہ اس کے پُرشوق لہجے پر ساکت رہ گئی تھی۔

❖......◉......❖

''تم اتنی بجھی بجھی سی کیوں ہو بیٹا! عمر ٹھیک تو ہے تمہارے ساتھ......؟'' آج وہ بڑے دنوں بعد ''حیات

ولا“ آئی تھی۔ عمر کی طرف سے تو خیر کوئی پابندی نہیں تھی مگر اسے ٹائم ہی نہیں ملتا تھا‘ اب بھی عمر آفس جاتے وقت اسے ڈراپ کر گیا تھا۔ فاخرہ بیگم نے اس کا کملایا چہرہ دیکھا تو جھٹ اسے سینے سے لگاتے ہوئے تفکر سے بولیں۔

”میں ٹھیک ہوں امی! بس ذمہ داری بڑھ گئی ہے نا! عمر نخرے بھی تو بہت کرتا ہے ہر بات میں...... بالکل بچہ بن جاتا ہے۔“ ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے اس نے آدھے جھوٹے آدھے سچ سے کام چلایا۔ وہ اس اعتراف کا حوصلہ نہیں کر پائی تھی کہ عمر بھی اس کا نہیں ہوا‘ اس کے دل پر بھی کسی اور کا بسیرا ہے۔ وہ خود کو جھوٹی تسلی دیتی تھی کہ وہ کچھ بھی کرے اسے فرق نہیں پڑتا۔ مگر وہ رات گئے تک جب موبائل سے چمٹا رہتا تو اسے فرق پڑتا تھا‘ وہ اس کے ہوتے ہوئے کسی غیر عورت کی طرف متوجہ ہو‘ اس سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی تھی اور شاید یہ بات کسی بھی باوفا عورت سے برداشت نہیں ہوتی۔

”عمر آئے تو کان کھینچوں گی اس کے...... کتنی کمزور ہوگئی ہو تم......؟ غضب خدا کا! بہت ہاتھ سے نکل گیا ہے یہ لڑکا۔“ اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ مصنوعی خفگی سے بولیں‘ لہجے میں عمر کے لیے بھی مٹھاس ہی تھی۔

”امی! تیمور کا کیا بنا......؟ میں نے سنا تھا وہ معافی مانگنے آیا تھا آپ لوگوں کے پاس......؟“ اسے اچانک یاد آیا تو اٹھ بیٹھی۔ فاخرہ بیگم کے چہرے کے تاثرات یک دم افسردگی میں بدلے تھے۔

”بیٹا! ہم نے تو معاف کردیا‘ مگر عظیم بھائی نہیں مان رہے حالانکہ تمہارے بابا نے بھی اتنا سمجھایا مگر وہ کہتے ہیں‘ اسے اس کے کیے کی سزا ملنی چاہیے۔ در در دھکے کھائے گا تو عقل ٹھکانے آئے گی۔“

”نہیں امی! جو بھی ہوا اب اس پر کڑھنے کا کیا فائدہ ہے بلکہ جو بھی ہوا اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہی ہوگی میں شاید تیمور کے ساتھ ایک خوش گوار ازدواجی زندگی نہ گزار سکتی۔ عمر جیسا بھی ہے وہ میرا خیال رکھتا ہے اور پھر میرا اہم مزاج ہے‘ سو مجھے تو اب کوئی شکوہ نہیں۔“

”ہاں بیٹا! اللہ کا شکر ہے کہ تم اپنے گھر میں خوش ہو‘ تیمور تو کسی اور لڑکی کے چکر میں تھا۔ تھا کیا بلکہ اب بھی ہے۔ شکل سے کیسا شریف دکھتا ہے‘ خیر عمر ہے اس کی بھی ایسے کاموں کی...... کیا کہہ سکتے ہیں۔“ اسے فاخرہ بیگم کی بات پر ہنسی سی آئی۔

”یہ عمر صرف ایسے کاموں کے لیے ہی تو نہیں ہے امی! یہی تو وہ عمر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کرے گا کہ اپنی یہ عمر کن کاموں میں گزاری‘ مگر افسوس سارے اندھا دھند زن اور زر کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جواب دہی کا تو کسی کو کوئی خوف ہی نہیں ہے۔“

”بس بیٹا! اولاد ماں باپ کے ہاتھوں سے نکلی ہوئی ہے‘ کہاں سمجھتی ہے ایسی باتیں......“ انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر افسوس میں سر ہلایا۔

”اچھا چھوڑیں‘ ماہم کیسی ہے‘ اسے کہیں کبھی ملنے آجائے مجھ سے۔“

”ایک دو روز میں اِدھر آنے والی ہے تب کہوں گی اسے...... اور یہ عمر نے بھی فضول ضد لگا رکھی ہے تمہیں وہاں رکھنے کی...... بھلا اکیلی جان کا کیا دل لگتا ہوگا وہاں......؟“ پھر ان کا دھیان بھٹکا تو پریشانی سے گویا ہوئیں اور رابعہ نے ان کے شفیق چہرے کو نظروں کے ہالے میں لیتے ہوئے ایک بار پھر ان کی گود میں سر ٹکا دیا۔

❖......⦿......❖

”دیکھو ملیحہ! تم یوں مجھ سے ناراض ہو کر جاؤ گی تو مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا۔“ کیفے ٹیریا میں وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے‘ ملیحہ خاموش تھی اور عمر آزردگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”میں تم سے ناراض نہیں ہوں عمر! تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے‘ بس وقتی شاک ہے نا! آہستہ آہستہ سنبھل ہی جاؤں گی۔“ کپ کے کنارے انگلی پھیرتے ہوئے وہ

کسی گہری سوچ میں ڈوبتے ہوئے بولی‘ عمر یاسیت سے بولا۔

”تو پھر اتنی جلدی جا کیوں رہی ہو؟ پہلے بھی مجھے بتائے بغیر چلی گئی تھیں‘ میں اتنا اپ سیٹ ہوا تھا تمہارے بارے میں سوچ کر...... اور اب تم اسپیشلی رابعہ سے ملنے میری فرمائش پر آئی ہو تو اس سے ملے بغیر ہی جا رہی ہو؟“

”شاید وہ یہ سب اچھا نہ سمجھے عمر! تم کہتے ہو نا‘ تم مجھ سے بات کرتے ہو تو اسے بُرا لگتا ہے۔“

”مگر اس نے کبھی مجھ سے کہا نہیں۔ آئی مین‘ یہ صرف میرے محسوسات ہیں۔ ہوسکتا ہے اسے بُرا نہ لگتا ہو۔ اگر لگتا ہوتا تو وہ دل میں رکھنے والوں میں سے نہیں ہے...... اور ویسے بھی اب تو اس نے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا ہے۔ بہت چپ چپ سی رہنے لگی ہے۔“

”تم اس کا خیال رکھا کرو نا! وہ پہلے ہی بڑے مشکل دور سے گزر رہی ہے‘ تمہارے کزن نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا ہے وہ اتنی جلدی یہ سب فراموش نہیں کرسکتی۔“ ملیحہ اداسی سے بول رہی تھی اور عمر جو بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ ملیحہ سے بات کرنے کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہوسکتا تھا۔

”تمہیں یاد ہے ملیحہ! میں نے تم سے ایک بار ایک سوال پوچھا تھا؟“ عمر نے بات کی تمہید بھی بڑے عجیب سے انداز میں باندھی تھی‘ وہ نا سمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔ ”یاد ہے تم نے ایک بار وہ کشتی والا میسج بھیج کر مجھ سے میری رائے جاننا چاہی تھی کہ اگر کشتی میں دو لوگ ڈوبتے ہوں تو میں کسے بچاؤں گا‘ اسے جس سے میں محبت کرتا ہوں یا اسے جو مجھ سے محبت کرتا ہو اور تمہیں یاد ہے اس وقت میں نے کیا جواب دیا تھا......؟“ عمر جو کچھ اسے یاد دلانا چاہ رہا تھا وہ اسے یاد آ گیا تھا مگر وہ الجھن میں تھی کہ اس بات کا ان کی گفتگو سے کیا تعلق ہوسکتا تھا۔

”مجھے اپنا سوال اور تمہارا جواب اچھی طرح یاد ہے۔“ وہ سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ تھی۔

ملے ہر قدم پہ رفاقت تمہاری
کہاں ہم‘ کہاں پہ عنایت تمہاری
ہمیں چاہیے بس تعلق تمہارا
محبت ملے یا عداوت تمہاری
کسی سے بھی ملنا اسے جیت لینا
بڑی دلنشیں ہے یہ عادت تمہاری
نا دیکھا جہاں میں کوئی اور تم سا
بڑی منفرد ہے طبیعت تمہاری
ہمیں زندگی کے کٹھن راستوں میں
ہمیشہ رہے گی ضرورت تمہاری
کرن حسنین کی پسند...... پیر بخاری‘ ملتان

”اور تمہیں یاد ہے یہی میسج میں نے بھی تمہیں بھیجا تھا اور تم نے جو جواب دیا تھا اس پر ہماری کتنی بحث ہوئی تھی؟“ عمر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا‘ اس کی الجھن اور بڑھی تھی۔

”ہاں مجھے یاد ہے سب...... مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”بس یونہی ایک بار میں نے اپنی محبت کو ڈوبنے سے بچایا تھا اور اب تمہاری باری ہے تم اس کو بچاؤ جو تم سے محبت کرتا ہے۔“ عمر بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

”مجھ سے محبت......!“ ملیحہ ٹھٹک کر رہ گئی۔

”ہاں! تم نے کہا تھا نا‘ تم اس کو بچاؤ گی جو تم سے محبت کرتا ہوگا اور مجھے تمہارا یہ جواب بہت غیر فطری لگا تھا۔ کیونکہ ہم انہیں ڈوبتا اور مرتا نہیں دیکھ سکتے جن سے ہم محبت کرتے ہیں مگر تم نے کہا تھا محبت کرنے والے شخص کا ہاتھ تھامنا اس شخص کا ہاتھ تھامنے سے بہتر ہے جس کی زندگی میں آپ کہیں بھی نہیں ہیں‘ ایک شخص کی غلطی اگر تمہاری ہاں سے سدھر سکتی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔“

”عمر پلیز! کام کی بات کرو۔“ وہ اچھی خاصی جھنجلا گئی تھی۔

"تمہارے لیے ایک پروپوزل ہے مگر میں چاہتا ہوں آنٹی ایک دفعہ یہاں پاکستان آئیں...... میں نے کسی اسپیشل بندے سے انہیں ملوانا ہے۔" عمر ہنوز سنجیدہ تھا اور ملیحہ نے بے ساختہ طویل سانس کھینچی تھی۔

"اتنی فضول بات کے لیے اتنی لمبی تمہید باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں اتنی جلدی کسی بکھیڑے میں نہیں پڑنا چاہتی۔" ملیحہ نے دوٹوک انکار کیا۔ پھر بات بدلتے ہوئے بولی۔ "اچھا چھوڑو اس بحث کو...... شارجہ کب آؤ گے......؟ میں انتظار کروں گی۔"

"ان شاء اللہ بہت جلد...... تمہارا ہاتھ مانگنے آنا ہے...... اور تم نے انکار نہیں کرنا......" وہ ابھی بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

"عمر! میں ابھی......"

"ملیحہ پلیز! تم خوش رہو گی مجھے پورا یقین ہے۔" وہ اس قدر لجاجت سے بولا کہ پھر وہ کچھ لمحوں کے لیے کچھ بول ہی نہ سکی۔

"تم جانتے ہو میرے اور ممی کے علاوہ گھر میں کوئی اور نہیں ہے میں پہلے ہی یہاں ہوں' ممی کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آنا مشکل ہے۔"

"یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے ملیحہ! وہ آجائیں گی بلکہ وہ آئیں گی تو بہت سے مسئلے حل ہوجائیں گے اور میری بھی بڑی خواہش ہے انہیں اپنے گھر میں دیکھنے کی...... اگر وہ راضی ہوئیں تو میں انہیں مستقل یہیں لے آؤں گا۔" وہ روانی میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہ ملیحہ کے سر سے گزر گیا۔ اس کے چہرے کے حیران کن تاثرات سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔ "میں نے اتنی مشکل بات تو نہیں کی ملیحہ! جس عورت سے میں محبت کرتا ہوں' اسے اپنے پاس رکھنے کی خواہش تو فطری ہے۔"

"کیا مطلب......؟" کوئی کوندا سا ذہن میں لپکا تھا وہ شدید بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"میں جس محبت کے پیچھے اپنی تعلیم' کیریئر' ملک' رشتے سب قربان کرسکتا ہوں' وہ محبت اگر میرا مقدر بن جائے تو مجھ سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہوسکتا ہے۔" وہ ایک جذب کے عالم میں بول رہا تھا اور ملیحہ پر دھڑا دھڑ ساتوں آسمان جیسے ایک ساتھ ہی گر پڑے تھے۔ اس کی ماں کا عمر سے کیا رشتہ تھا' اب یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اور اسے تو ابھی اپنی خوش گمانیوں کی راکھ بھی اکٹھی کرنی تھی۔ وہ عمر حسن کی زندگی میں کہاں تھی' یہ بات وہ بڑی اچھی طرح جان گئی تھی۔

❖......◉......❖

"ہیلو رابعہ! کیسی ہو؟" ماہم کی خلاف معمول سنجیدہ سی آواز ماؤتھ پیس سے ابھری تو وہ مسکرادی۔ آج بڑے دنوں بعد اس کا فون آیا تھا۔

"ٹھیک ہوں' تم سناؤ...... سب خیریت ہے؟"

"الحمدللہ! بس تمہارے لیے کچھ ٹینس تھی۔"

"میرے لیے کیوں...... مجھے کیا ہوا ہے......؟" وہ حیران ہوکر بولی۔

"تم سے ایک بات معلوم کرنی ہے' پلیز سچ بتانا۔" وہ فوراً اصل بات پر آئی تھی۔ پتا نہیں وہ اس سے کون سی پہیلیاں بجھوا رہی تھی وہ الجھ کر بے چینی سے بولی۔

"پوچھو' کیا ہے؟"

"عمر کے حوالے سے بات کرنی تھی۔" ماہم نے محتاط سی ہوکر جیسے اس کا ذہن بنانا چاہا۔

"عمر کے حوالے سے...... مگر کیا......؟"

"دیکھو رابعہ! ہے تو یہ خاصا ذاتی سا سوال...... مگر تم چونکہ میری سب سے اچھی دوست بھی ہو تو میں نہیں چاہتی کہ تمہیں اندھیرے میں رکھوں۔ ہوسکتا ہے میرا آنکھوں دیکھا جھوٹ ہو مگر اس منظر میں کچھ نا کچھ سچائی تو بہرحال ہے۔"

"پلیز ماہم! صاف' صاف کہو' کیا ہوا۔ الجھا کیوں رہی ہو؟"

"میں نے کل عمر کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا کیفے ٹیریا میں...... دونوں چائے پی رہے تھے اور ان کے انداز سے بھی لگ رہا تھا جیسے ان میں کافی آشنائی ہو۔ مانا عمر

تھوڑا فلرٹ ٹائپ لڑکا ہے مگر شادی کے بعد اس طرح کی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔ تم جانتی ہو اس لڑکی کو......؟" رابعہ ایک لمحے کے لیے کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہی تھی' عمر کی حرکتوں نے اسے ایک بار پھر اپنی نگاہوں میں گرایا تھا۔

"مجھے نہیں پتا یار! وہ کون ہے' ہوگی کوئی اس کی سابقہ دوست!" رابعہ نے بے پروا بننے کی کوشش کرتے ہوئے استہزائیہ کہا جس پر ماہم قدرے خفا ہوکر بولی۔

"پتا نہیں تو ہونا چاہیے یار! وہ تمہارے ہوتے ہوئے غیر عورتوں پر اپنا وقت اور پیسہ ضائع کرے' یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تم نکیل ڈالو ناں اسے......"

"مردوں کو نکیل نہیں ڈالی جاتی ماہم!" رابعہ نے آہستگی سے کہا۔ وہ کسی اور کا تھا یہ اعتراف مشکل تھا۔ پہلے تیمور اور اب عمر......! اس کی قسمت میں محبت سے کھوکھلے مرد ہی لکھے تھے شاید...... ماہم کیا کہہ رہی تھی اس نے غور نہیں کیا کیونکہ وہ فیصلے کی صلیب پر چڑھی تھی۔ آر یا پار کچھ تو کرنا ہی تھا۔

❖......◉......❖

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" وہ کچن میں کھڑی رات کا کھانا بنا رہی تھی جب عمر کی مسرور سی آواز پر ایک پل کو ٹھٹکی۔ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس وہ نکھرا نکھرا کہیں جانے کی تیاریوں میں تھا۔ وہ کب گھر آیا اسے پتا ہی نہیں چل سکا اور اب کہاں جارہا تھا' اس کا تو خیر وہ اندازہ بھی نہیں لگاسکتی تھی۔ اس نے ایک سرد اور کاٹ دار سی نظر دروازے میں استادہ وجود پر ڈالی اور پھر پلٹ کر خاموشی سے اپنا کام کرنے لگی' آج وہ اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ "تمہیں کہہ رہا ہوں' سنائی نہیں دے رہا......؟" وہ عجب دھونس اور استحقاق سے بولا تھا۔ بالکل اسی لب و لہجے میں ایک بار اس نے پہلے بھی فرمائش کی تھی۔ وہ جب اس کی کچھ نہیں تھی وہ تب بھی اس پر اپنا حق جتاتا تھا اور اب تو خیر سے وہ اس کی ملکیت تھی۔ عمر کو اس کی بے نیازی اور خاموشی بُری طرح کھلی تھی تبھی وہ دندناتا

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی و اصلاحی رسالہ
ماہنامہ الاسلام کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیرادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی
اسلام اخوت' بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' ہمیں اسے صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علماء کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

ہوا اس کے پاس آ کر رک گیا۔ رابعہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی اور سر جھٹکتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

"نوکرانی نہیں ہوں تمہاری...... اپنی یہ فضول فرمائشیں اسی سے کیا کرو جسے دل میں بسائے پھرتے ہو۔"

"اسی سے تو کر رہا ہوں۔" وہ ایک دم ہنسا تھا اور رابعہ کو اس کی ہنسی پر تاؤ آیا تھا۔

"میں نے تمہیں بہت برداشت کرلیا عمر! اب یا تو تم اپنی فضول حرکتیں چھوڑ دو یا پھر مجھے......"

"کیا ہوگیا ہے یار! کس بار پر بی پی ہائی ہوا ہے تمہارا......؟" اسے گرجتا برستا دیکھ کر اسے گونا گوں خوشی ہوئی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے بی پی ہائی کرنے کی...... مجھے بس اپنے سوال کا جواب چاہیے، کسے لے کر بیٹھے تھے تم کیفے ٹیریا میں؟"

"اونہہ جیلسی...... وہ تو ملیحہ تھی میری بہترین دوست، تمہیں اس سے حسد ہو رہا ہے؟" اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کا نام لیا۔ جانتا تھا وہ اس نام سے چڑتی تھی اور واقعی وہ چڑ بھی گئی......

"بھاڑ میں جائے وہ مجھے پروا نہیں...... تم صرف یہ بتاؤ، تم چاہتے کیا ہو؟ اگر وہ عورت تمہارے حواسوں پر اتنی ہی سوار ہے تو یوں چھپ چھپ کر ملنے کی کیا تک بنتی ہے، لے آؤ اسے نکاح پڑھوا کر۔ کم از کم میری جان چھوٹے تمہاری چاکری سے......"

"اتنی جلدی اکتا گئی ہو مجھ سے......؟" اس کے لال پڑتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ گمبھیر سے لہجے میں بولا۔ "خیر، لے آؤں گا بہت جلد اس عورت کو...... جس سے میں محبت بھی کرتا ہوں اور یقیناً وہ کرے گی میرے تمام کام اور تمہاری طرح احسان بھی نہیں جتلائے گی اور تم سے حسد بھی نہیں کرے گی۔ ویسے سچ پوچھو تو تم اس عورت کے پاؤں کی دھول کے بھی برابر نہیں ہو۔" عمر نے سچ بولتے ہوئے سفاکی کی انتہا کردی تھی۔ کوئی عکس تھا جو ذہن کے پردوں پر لہرایا تھا اور رابعہ یہ ہونٹ بھینچے قدرے پھٹی پھٹی نگاہوں سے عمر کا سچ سن رہی تھی۔ اس کے آخری جملے نے اسے عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا۔ وہ عموماً ایسی باتیں مذاق میں کرتا تھا، مگر اس وقت اس کی آنکھوں سے چھلکتی سنجیدگی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ سچ بول رہا تھا۔

"تو پھر میں کہاں ہوں تمہاری زندگی میں......؟"

بڑی مشکل سے لفظ اس کے حلق سے برآمد ہوئے تھے۔ غم کا پھندا سا تھا جو کہیں سینے میں اٹک گیا تھا۔ زندگی میں دوسری بار اسے اپنا وجود بے مایہ ہوتا محسوس ہوا۔ چائے کا پانی اُبل اُبل کر جوش کھا رہا تھا مگر اس کو ہوش ہی کہاں تھا چائے پر دھیان دینے کا۔ اس کے اندر تو خود ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔

"ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے رابعہ! یہ تم نے ہی تو کہا تھا، جو مقام اس کا میری زندگی میں ہے وہ تم کبھی بھی نہیں لے سکتیں۔ تم کیا، دنیا کی کوئی دوسری لڑکی نہیں لے سکتی۔" وہ اسی کے الفاظ اسی کو لوٹا رہا تھا اور وہ ایک بار پھر لفظوں کی جنگ ہار گئی تھی۔ اس نے شکستگی سے رخ موڑا۔

"تو ٹھیک ہے، اسے اپنی زندگی میں لے آؤ میں چلی جاتی ہوں۔" اس نے یک دم فیصلہ کیا تھا۔ یقین تھا، عمر اتنی آسانی سے اسے کہاں جانے دے گا مگر وہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔

"مرضی ہے تمہاری...... اگر جا رہی ہو تو واپس بھی خود ہی آنا، میں منانے نہیں آؤں گا۔"

"میں اب واپس آؤں گی تب نا!" عمر کے رویے نے اسے بہت دل برداشتہ کیا تھا تبھی وہ زہر خند انداز میں کہتے ہوئے پلٹی۔

"تم جو چاہو کرو، مگر اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں لوٹ کر تمہارے پاس آؤں گی، میں نے جتنا عرصہ سمجھوتا کرنا تھا، کرلیا اب مزید نہیں۔" عمر کو سلگا کر وہ کچن سے باہر نکلی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا۔

"فضول ضد کرو گی تو نقصان بھی اٹھاؤ گی رابعہ! میں سچ مچ ملیحہ سے شادی کرلوں گا۔"

"تو شوق سے کرو، منع کس نے کیا ہے۔" بریف کیس میں کپڑے ٹھونستے ہوئے وہ ازلی ضدی لہجے میں بولی۔

"مگر وہ میری زندگی میں یوں نہیں آئے گی، پہلے فارغ کرنا پڑے گا تمہیں۔" عمر نے ایک اور وار کیا اور وہ بلبلا کر رہ گئی مگر اس کے سامنے ہار ماننا بھی اسے اپنی توہین لگی تھی تبھی بے پروا نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے استہزائیہ ہنسی۔

"تم جو چاہو کرو، مجھے اب فرق نہیں پڑے گا۔"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے راستے میں آنے والی ہر چیز کو ٹھوکر مارتا ہوا باہر نکل گیا...... اور رابعہ بھی اس کے بعد وہاں رکی نہیں تھی۔ عمر سے جھگڑ کر وہ ہمیشہ کے لیے وہاں سے چلی آئی تھی مگر عمر حسن کی زندگی سے نکلنا اتنا آسان کہاں تھا۔

❖......◉......❖

چلو تم کہہ رہے ہو تو
میں واپس لوٹ جاتی ہوں
تمہیں منزل مبارک ہو
نیا ساتھی مبارک ہو
مگر اے ہم دم دیرینہ!
مجھے اتنا تو بتلا دو
کہ واپس کس طرف جاؤں
کہاں سے ساتھ لائے تھے
مجھے اتنا تو سمجھا دو
اگر ایسا نہیں ممکن
تو مجھ کو اس طرح توڑو
کہ میں یکسر بکھر جاؤں
بھٹکنے سے تو بہتر ہے
تمہارے پاس مر جاؤں

ٹھنڈے شیشے سے پیشانی اٹھاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر گلاس ڈور کے پار دیکھنا چاہا تھا جہاں اس وقت

سوچ کے سارے در بند ہیں
اب نہ تیرا خیال ہے
نہ تیری یاد ہے
غم دوراں میں الجھی ہے
کچھ اس طرح زندگی
نہ پہلے سے جذبات ہیں
نہ وہ پہلی سی بات ہے
خاموشی میں ڈوبے ہوئے
لفظ سارے زہر خند ہیں
سوچ کے سارے در بند ہیں

روحان دانش کی پسند

گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسے ایسی ہی سیاہی اپنے نصیب پر پھرتی محسوس ہوئی۔ وہ جو بڑے یقین سے عمر کو کہہ آئی تھی کہ وہ کچھ بھی کرے اسے فرق نہیں پڑتا مگر اس نے بڑا بول بولا تھا اور بڑے بول پر تو اکثر جان تک دینی پڑ جاتی ہے۔ اسے فرق پڑا تھا اور بہت زیادہ فرق پڑا تھا۔ وہ کیسے اندازہ لگاتی، دھیان ایک بار پھر بھٹک کر اس سفید لفافے پر مرکوز ہوا جو صبح سے اس کا دل دہلا رہا تھا۔ یقیناً عمر نے اسے پہلی تحریری طلاق بھجوائی تھی کیونکہ کل فون پر وہ یہی دھمکی اسے دے رہا تھا اگر اسے گمان بھی ہوتا کہ وہ ایسا کر گزرے گا تو اسے کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے نہ دیتی۔

"اور اب وہ گھر والوں کا کس منہ سے سامنا کرے گی؟" یہ خیال ہی اس کے حوصلے پست کرنے کے لیے کافی تھا، اگرچہ گھر والوں نے ان دونوں کو اپنے حال پر چھوڑا ہوا تھا مگر اتنا بڑا دھچکا تو یقیناً انہیں بھی چونکانے پر مجبور کردے گا۔ اس نے گھر والوں کو ہر بات سے لاعلم رکھا تھا مگر اب وہ اس بات کو کب تک پوشیدہ رکھتی۔ اذیت سے لب کچلتے ہوئے وہ کھڑکی سے پرے ہٹی تھی۔ اس نے میز پر دھرا وہ سفید لفافہ اٹھایا اور سرعت سے کمرے سے باہر نکل گئی، وہ یہاں رہ کر کب تک اپنی مات کا سوگ منا سکتی تھی۔ آفس کے گرم ماحول سے نکلتے ہی

وہ ایک بار پھر سردی کے شدید لپیٹے میں آئی۔ باہر رم جھم بارش ہورہی تھی‘ سرما کی آخری بارش اس دن کو یادگار بنارہی تھی اور یہ دن واقعی اس کے لیے یادگار بن گیا تھا۔ پارکنگ تک آتے آتے وہ اچھی خاصی بھیگ گئی تھی‘ مگر آج اسے اپنی پروا تھی ہی کہاں......!

❖......◉......❖

”تم بہت غلط کررہے ہو عمر! تمہیں اسے یوں پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ وہ دونوں ٹیرس پر کھڑے رم جھم بارش انجوائے کررہے تھے جب تیمور سرزنش کرنے والے انداز میں عمر سے مخاطب ہوا۔ عمر کے چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ ذومعنی مسکراہٹ جسے وہ بڑی مشکل سے دانتوں تلے دبانے میں کامیاب ہوا تھا۔

”آپ جانتے نہیں ہیں وہ بہت ضدی ہے‘ اکڑو ہے پوری۔ اس نے ساری زندگی اعتراف نہیں کرنا تھا کہ میں اس کے نزدیک کیا ہوں...... اور پھر اتنا حق تو میرا بنتا ہی ہے کہ جس لڑکی پر مجھے دنیا ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے اس کے بارے میں جان سکوں کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ اسے اپنی زندگی میں فیئر بندہ چاہیے تھا اور مجھے اس کے اپنے لیے فیئر جذبات...... اور اب اسے اپنے ہجر میں نڈھال دیکھ کر یقین جانیے مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے۔“ وہ بڑی خودغرضی سے بولا تھا۔ محبت کے معاملے میں شاید ہر بندہ ہی خودغرض ہوجاتا ہے‘ تبھی تیمور نے ایک بار پھر اسے ٹوکا۔

”اتنا مت آزماؤ اسے کہ وہ تم سے بدظن ہوجائے اور پلیز ملیحہ کا ہوّا صاف کرو اس کے دماغ سے...... وہ بے چاری مفت میں نظروں سے گرگئی ہے اس کی۔“

”آپ کو بڑا خیال ہے ملیحہ کا......؟“ عمر نے شوخی سے اسے چھیڑا۔ ”ویسے ملیحہ سے تو میرے دُو دو رشتے ہیں۔ بہترین دوست بھی ہے اور اچھی بھابی بھی ہے‘ اس کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے‘ آپ فکر مت کریں۔“

”اور وہ جو میری شادی کے کارڈ کے ساتھ اپنے نام کا کارڈ چھپوایا تھا وہ......؟“ تیمور کو اچانک یاد آیا اور عمر ہنس پڑا۔

”وہ تو رابعہ کو تنگ کرنے کے لیے یونہی ایک پرنٹ کروایا تھا تاکہ اسے یقین ہوجائے کہ میں سچ مچ شادی کررہا ہوں۔“

”تو کیا ملا اسے تنگ کرکے...... وہ جھکی تو پھر بھی نہیں......؟“ تیمور نے شرم دلانی چاہی۔

”ہاں مجھے جو عادت ہے اسے منانے کی...... پھر وہ کیوں جھکے گی؟“ بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ زندہ دلی سے مسکرایا۔ چھم سے اس کا خفا خفا‘ روٹھا روٹھا چہرہ نظروں کے سامنے لہرایا تھا اور اسی پل اس کی گاڑی کھلے گیٹ سے پورچ میں آکر رکی تھی۔ عمر سرعت سے پیچھے ہٹا تاکہ غلطی سے بھی رابعہ کی اس پر نظر نہ پڑجائے۔ ورنہ حیات ولا تو روز آتا تھا اس کی غیر موجودگی کا وہ خوب فائدہ اٹھاتا تھا۔ سب گھر والوں کو اپنا ہمنوا کیا ہوا تھا سو سب ہی خاموش تھے۔

”ایک بات کہوں عمر!“ تیمور اسے یوں پیچھے ہٹتا دیکھ کر مبہم سے انداز میں گویا ہوا۔ عمر اسی کی طرف متوجہ تھا۔

”محبت میں بدگمانی نہیں آنی چاہیے یار! پھر یہ روٹھ جاتی ہے‘ تم پلیز میرے نام سے جو وشنگ کارڈ اسے خوش کرنے کے لیے بھیجتے رہتے تھے اس بات کو بھی کلیئر کرلینا اس کے ساتھ ورنہ پتا نہیں وہ کب تک مجھ سے بدگمان رہے گی اور ایک بات اور! آئندہ اسے خوش دیکھنا ہو یا رکھنا ہو تو براہِ مہربانی اس طرح کے الٹے سیدھے ہتھکنڈے آزمانے کی ضرورت نہیں۔“

”اوکے باس! اور کچھ......؟ آپ نے میری خاطر اتنا بڑا اسٹینڈ لیا‘ آپ کا ہر حکم ماننا اب فرض ہے مجھ پر۔“ وہ کورنش بجالاتا ہوا سعادت مندی سے بولا۔ تیمور بے ساختہ ہنس پڑا۔ ”حیات ولا“ میں خوشیاں ایک بار پھر لوٹ آئی تھیں۔ تیمور اور ملیحہ کی بات طے ہوگئی تھی۔ تیمور کو عمر کی سفارش پر معاف کردیا گیا تھا اور ویسے بھی تیمور‘ عمر کا راستہ ہموار کرنے کے لیے ہی تو منظر سے ہٹا تھا اور پھر عمر

اس عورت کو بھی اپنی زندگی میں لے آیا جس کے بغیر اسے ہر شے پھیکی اور غیر دلچسپ محسوس ہوتی تھی۔

وہ ”سارا ولید“ جو اس کی سگی ماں تھی‘ اور وہ عورت جس سے وہ عقیدت کی حد تک محبت کرتا تھا‘ اور وہ عورت جس کے پاؤں کی دھول اس کے لیے سرمایہ حیات تھی۔ وہ ملیحہ کی سوتیلی ماں تھی مگر سگی ماں سے بڑھ کر...... شوہر کی وفات پر بھی اس نے اس کی بیٹی نہیں چھوڑی بلکہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کے لیے اپنی پوری زندگی تج دی۔ وہ عمر سے ملنے بھی کئی بار آئی تھیں مگر عظیم اور سکندر نے ہمیشہ عمر سے انہیں ایک فاصلے سے ہی ملنے دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ عمر کو ماں کی حرص پڑجائے اور پھر وہ ان کے پاس رہنے کی ضد کرے کیونکہ اپنے بھائی کی اکلوتی نشانی کو وہ نظروں سے اوجھل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ عمر جو پہلے ماں کی بے حسی پر کڑھتا تھا‘ بعد میں ان پر فخر کرنے لگا۔ اس نے ملیحہ کے پاس اپنی ماں کی تصویر پہلی بار کب دیکھی تھی‘ اسے ٹھیک سے یاد نہیں تھا مگر یہ ضرور تھا کہ اس کے بعد اس نے ملیحہ کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا‘ وہ شارجہ چلی گئی تو وہ بھی مائیگریٹ ہوکر وہیں چلا گیا۔ وہ اکثر چھپ کر اس عورت کو دیکھتا تھا جس کی کوکھ سے اس نے جنم لیا تھا اور جو کسی اور پر دیوانہ وار اپنی ممتا لٹارہی تھی مگر اسے کبھی ملیحہ سے حسد محسوس نہیں ہوا۔ اس کے لیے یہی بات بہت تھی کہ ملیحہ کی بدولت وہ اس ہستی کو دیکھتا تھا‘ جس کو پیار سے ایک نظر دیکھنے پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے اور وہ ہر روز کتنے حج کرتا تھا‘ اسے خود بھی کوئی اندازہ نہیں تھا مگر وہ کبھی بھی خود میں اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ ان کے سامنے چلا آئے۔ وہ ملیحہ کے لیے لڑکا دیکھنے پاکستان آئی تھیں۔ مگر عمر کا ارادہ ملیحہ کی شادی کے بعد انہیں ہمیشہ اپنے پاس اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کا تھا۔

❖......◉......❖

باہر رم جھم بارش ہنوز جاری تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ڈرائیونگ کرکے گھر پہنچی تھی۔ کچھ تو بارش کا بے حساب پانی تھا‘ کچھ نیو ائیر منانے والوں کا رش اور پھر خود اس کا

حافظہ ثناء قادریہ عطاریہ

آنچل اسٹاف‘ قارئین اور رائٹرز کو میرا پیار بھرا سلام (قبول کیجیے)۔ ارے ارے آرام سے ذرا پیار سے دیکھیے‘ آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں مابدولت کو ثناء کہتے ہیں تو جناب ہم 10 دسمبر 1993ء کو اس دنیا میں خوشیاں بکھیرنے کے لیے تشریف لائے‘ میرا اسٹار قوس ہے‘ اسٹار کی بہت سی خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ میں پنجاب کے شہر سمندری میں رہتی ہوں ہم سات بہن بھائی ہیں‘ چار بہنیں اور تین بھائی۔ میرا نمبر پانچواں ہے مڈل کے بعد میں نے مدرسے میں داخلہ لیا‘ اب قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد (شرماتے ہوئے) شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہوں۔ اب آتی ہوں خامیوں اور خوبیوں کی طرف۔ خامیاں تو بے شمار ہیں لیکن خوبیاں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں (ہاہاہا)۔ غصہ بہت جلد آجاتا ہے‘ کام کوئی آتا نہیں ہے بس کھانا آتا ہے منہ پھٹ بہت زیادہ ہوں‘ جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتی ہوں بعد میں پچھتاتی ہوں کہ کیوں ایسا کیا۔ اب آتے ہیں جناب خوبیوں کی طرف! تو حساس بہت زیادہ ہوں اور سب کہتے ہیں کہ نعت میں تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔ مہندی بہت اچھی لگاتی ہوں‘ کھانے میں مجھے کڑی چاول‘ میٹھے میں کسٹرڈ‘ آئسکریم اور ونیلا چاکلیٹ بہت پسند ہے۔ کلرز میں بے بی پنک اور وائٹ کلر اچھا لگتا ہے۔ لباس میں سادہ شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ اچھا لگتا ہے۔ دوستیں بہت ہیں مگر سب سے بیسٹ دوست صباء قادریہ اور عظمٰی قادریہ جو کہ میری سسٹرز ہیں۔ بھانجے سب ہی پیارے ہیں لیکن ایک بھانجا زین بہت ہی پسند ہے۔ بھانجی ایک ہی ہے جس کا نام حریم اشتیاق ہے۔ آنچل کے ذریعے‘ حریم اور زین کو بہت سا پیار۔ آپ بور نہ ہوں بس میں جا ہی رہی ہوں۔ اگر کوئی دوستی کرنا چاہتی ہے تو آنچل کے ذریعے کرسکتی ہے‘ انتظار کروں گی۔

بھی ذہنی توازن کہاں ٹھیک تھا۔ وہ کئی بار گاڑی پر سے کنٹرول کھو بیٹھی تھی مگر پھر بھی بچتی بچاتی گھر تک آ ہی گئی تھی۔ جسم ہلکا ہلکا بخار کی لپیٹ میں تھا اور سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے وہ فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلی۔ طویل راہداری بارش سے بھیگی ہوئی تھی۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ لاؤنج سے باتوں اور آوازوں کا شور آ رہا تھا مگر وہ کوئی بھی دھیان دیئے بغیر سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ گھر والوں نے تو یوں بھی اس کی خاموشی کا نوٹس لینا چھوڑ دیا تھا' وہ جب سے عمر سے ناراض ہو کر آئی تھی تب سے قدرے بجھی بجھی اور اداس رہنے لگی تھی۔ اپنا دھیان بٹانے کے لیے اس نے بابا کے دوست کا آفس بھی جوائن کرلیا تھا مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ عمر کو ذہن سے جھٹک نہیں پائی۔ وہ لاشعوری طور پر اس کے شعور میں بسنے لگا تھا۔ اسے اعتراف تھا وہ عمر حسن کی محبت میں بڑی بُری طرح گرفتار ہو گئی ہے مگر اس بات کا اب احساس ہوا تھا جب وہ شخص ہی ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔ پرس سائیڈ ٹیبل پر پٹختے ہوئے وہ نڈھال سے انداز میں سوفے پر گر گئی۔ اس پرس میں اپنی قسمت کا پروانہ وہ ساتھ لائی تھی مگر کھول کر دیکھنے کا نہ ارادہ تھا نہ ہمت...... کیا کچھ نہیں تھا جو اسے یاد آ رہا تھا۔

عمر! اس کی باتیں...... اس کے قہقہے...... اس کی شرارتیں...... وہ کچھ بھی تو نہیں بھولی تھی۔ وہ سمجھتی تھی عمر کبھی تیمور کی جگہ نہیں لے سکتا مگر تیمور تو اس کی زندگی میں کہیں تھا ہی نہیں۔ آنسو بڑی تیزی سے گالوں پر پھسلنے لگے جنہیں صاف کرنے کی بھی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ کھلی کھڑکیوں سے آنے والی یخ بستہ ہوائیں کمرے کو برف کر رہی تھیں۔ وہ آہستگی سے اٹھی اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ملیحہ عمر حسن کی ہونے جا رہی تھی اور وہ چپ چاپ تماشا دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً کمرے میں شناسا قدموں کی چاپ ابھری' وہی چاپ جو اس کا گمان بن گئی تھی۔ وہ اپنا وہم جان کر بے حس و حرکت کھڑی رہی مگر اگلے ہی پل جب کسی نے ہولے سے اسے پکارا تو وہ فوراً کرنٹ کھا کر پلٹی۔ سماعت کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بصارت پر بھی دھوکے کا گمان ہو رہا تھا۔ تازہ پھولوں کا گلدستہ تھامے' مخصوص وشنگ کارڈز کے ہمراہ' روشن اور جگمگاتی آنکھوں والا وہ ساحر سا مرد عمر حسن ہی تھا۔ کمرے کے وسط میں کھڑا امید کے ڈھیروں جگنو لیے' وہ اسے منانے آخر آ ہی گیا تھا۔

رابعہ ایک لمحے کے لیے جیسے اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ عمر سچ مچ اس کے سامنے تھا' اسے یقین نہیں آ رہا تھا...... اور عمر کے مسکراتے لب اس روئی روئی' بکھری بکھری سی لڑکی کو اتنے دنوں بعد اپنے روبرو دیکھ کر بے ساختہ سمٹے تھے۔ وہ اسے اپنے لیے پریشان دیکھنا چاہتا تھا مگر یوں ٹوٹا ہوا نہیں...... اس کا ہجر اسے اس قدر نڈھال کر دے گا یہ اس کے گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ لپک کر اس کی طرف بڑھا' پھول اور کارڈ راستے میں ہی ہاتھ سے پھسل کر نیچے گر گئے تھے۔ رابعہ کا انہماک اسے قریب دیکھ کر بھی نہیں ٹوٹا' وہ ابھی تک پتھرائی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' اس کا چھوٹا سا مذاق اس کی یہ حالت کر دے گا وہ کہاں جانتا تھا' تبھی نظریں چراتا ہوا وہ ایک قدم آگے بڑھا سر اٹھانے کا حوصلہ ہی کہاں تھا۔

''عمر!'' رابعہ نے اس کا بازو دبوچا' جیسے اس کی وہاں موجودگی کا خود کو یقین دلا رہی ہو اور عمر کو ایک بار پھر اپنی شرارت پر شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔ ''اب کیوں آئے ہو یہاں...... اب کیا رکھا ہے ادھر......؟'' اس کے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے وہ ایک دم ہذیانی ہو کر چلائی تھی۔ ''تم بہت بُرے ہو عمر! تم میرے ساتھ ایسا کرو گے' میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم تو تیمور سے بھی زیادہ گھٹیا اور کمینے ہو تمہیں ہمیشہ مجھے رلا کر سکون ملتا ہے' دیکھو تم نے میری آنکھوں میں کتنے سمندر بھر دیئے ہیں۔ جشن مناؤ اپنی فتح کا...... تم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہو۔''

عجیب جنونی انداز تھا اس کا...... بپھرا ہوا! عمر نے اس کی دونوں کلائیوں کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں جکڑا اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے ندامت سے بولا۔

''آئی ایم سوری رابعہ! مجھے اعتراف ہے میں بُرا ہوں مگر پتا نہیں کیوں تمہیں اپنے لیے فکر مند دیکھ کر مجھے عجیب سی طمانیت اور اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ ہاں' میں جان بوجھ کر تمہیں ستا تا رہا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جب تم ناراض ہو جاتی ہو تو پھر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں صرف مذاق کر رہا تھا تمہارے ساتھ...... میرا ارادہ تمہاری دل آزاری کا نہیں تھا۔'' اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیے وہ کس قدر لجاجت سے بولا تو رابعہ ایک دم ٹھٹک کر بے یقین نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ باہر سے آنے والی ہواؤں سے زیادہ برفیلا عمر کا یہ جملہ تھا۔ ''میں نے صرف مذاق کیا تھا۔'' وہ بُری طرح برف ہوئی تھی۔ وہ شادی کارڈ مذاق تھا' وہ سفید لفافہ مذاق تھا یا پھر کل جو دھمکی آمیز فون کال اس نے کی وہ مذاق تھا...... اگر یہ سب مذاق تھا تو کتنا گھٹیا اور بے ہودہ مذاق تھا اس کا دل چاہا وہ عمر کا منہ نوچ لے یا پھر اس کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ مارے کہ آئندہ وہ اس طرح کا مذاق بھول جائے۔ وہ کون ہوتا تھا اسے آزمانے والا...... اس کے جذبات سے کھیلنے والا......

مگر عجیب بات تھی کہ بجائے اس پر چیخنے اور چلانے کے وہ بے آواز رونے لگی۔ آنسو قطار در قطار چلے آ رہے تھے۔ عمر کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے یکسر بکھر گئی۔ ان آنکھوں میں اپنے لیے آنسو دیکھنا اس کی کتنی بڑی خواہش تھی اور آج جب وہ اس کے لیے رو رہی تھی تو اسے دکھ ہو رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر رابعہ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامنا چاہا مگر اس نے سختی سے اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو جھٹک دیا اور خود بھی بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

''زندگی تمہارے لیے مذاق ہو گی عمر! مگر میرے لیے نہیں چلے جاؤ یہاں سے...... پلیز گیٹ آؤٹ فرام ہیئر......'' وہ اچانک حلق کے بل چلائی تھی' اندر کی برف

اے ہَوا اسے کہنا

اے ہَوا! اسے کہنا!
ہم بالکل بھی نہیں بدلے
ہمیں آج بھی تیری راہ تکنے کی عادت ہے
ہم آج بھی خود کو تیری امانت سمجھتے ہیں
اے ہَوا اسے کہنا!
یہ دل آج بھی تیرے نام پہ
بے حساب دھڑکتا ہے
تیری یاد میں روتا ہے تڑپتا ہے
اے ہَوا اسے کہنا!
مجھے آج بھی اس سے محبت ہے
بڑی شدت کے ساتھ
زندگی کی پہلی سانس سے
آخری سانس تک
صبح سے شام تک
مجھے آج بھی تم سے محبت ہے
اے ہَوا اسے کہنا!

شمائلہ رباب کی پسند...... چوآ خالصہ

آہستہ آہستہ پگھلنے لگی تھی عمر نے بے بسی سے ہونٹ کچلے۔ اس کی اس قدر ناراضی کا تصور تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

''رابعہ پلیز! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم کس بات پر ناراض ہو' واضح تو کرو۔''

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی عمر! تم اس وقت یہاں سے چلے جاؤ پلیز......!'' وہ عجیب ضدی انداز میں بولی۔

''اچھا...... چلا جاؤں گا مگر پہلے تمہیں میری بات سننا ہو گی۔'' وہ اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا رہا۔ وہ بھی کون سا کم ضدی تھا۔ ''میں نے کل جو بھی کہا وہ یونہی تمہیں ستانے کے لیے کہا تھا۔ ملیحہ نے مجھے سمجھایا بھی تھا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس

بار تمہیں جھکنا ہوگا‘ تمہیں اعتراف کرنا ہوگا کہ میری اہمیت کتنی ہے تمہاری نظروں میں؟ اور سوری! اس سلسلے میں‘ میں نے ملیحہ کو بھی گھسیٹا‘ جب کہ سچ تو یہ ہے کہ میری زندگی میں اہمیت تو صرف دو لوگوں کی ہے۔ ایک تم اور دوسری وہ ہستی جس کے آگے تمہاری اہمیت بھی ماند پڑجاتی ہے۔“ وہ عجیب شکستہ سے انداز میں بول رہا تھا اور رابعہ ساکت سی اسے دیکھے جارہی تھی۔

”اور وہ دوسری ہستی میری ماں ہے رابعہ! وہ عورت جس سے مجھے جنون کی حد تک محبت ہے اور وہ عورت جس کے بغیر مجھے اپنی زندگی ادھوری محسوس ہوتی ہے۔ مجھے ساری زندگی اس عورت سے شکوے رہے مگر جب جب میں ان کو دیکھتا ہوں‘ سارے شکوے فضا میں تحلیل ہوجاتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ جن سے محبت ہو ان کے لیے دل کشادہ کرنے ہی پڑتے ہیں...... کیا تم اپنے دل کو میرے لیے کشادہ نہیں کرسکتیں؟“ ماں کا ذکر کرتے کرتے وہ اچانک اس کی طرف پلٹا تھا اور رابعہ جو انہماک سے اس کی ماں کے لیے والہانہ محبت دیکھ رہی تھی‘ اس کی خاموشی کے ساتھ ہی اس کا سکتہ ٹوٹا اور وہ زیادہ ہی غلط سمجھے بیٹھی تھی۔

عمر کا یہ روپ اس کے لیے انوکھا بھی تھا اور نیا بھی......! جس بات کو بنیاد بنا کر وہ عمر سے جھگڑ کر آئی تھی۔ اس بات کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں تھی۔ وہ اپنی ماں کو گھر لانے کی بات کررہا تھا اور وہ کچھ اور سمجھی تھی مگر غلط وہ بھی کہاں تھی‘ عمر نے جان بوجھ کر اسے پردے میں رکھا تھا‘ اگر وہ چاہتا تو اسی وقت اس کی غلط فہمی دور کرسکتا تھا مگر اس نے جان بوجھ کر اسے اذیت کی سولی پر لٹکائے رکھا...... کوئی بوجھ تھا جو دل سے سرکا تھا۔

مگر عمر سے تو اب بھی بہرحال بہت سے شکوے تھے۔ عمر کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر وہ اس کے پہلو سے نکل کر سائیڈ ٹیبل تک آئی تھی جس پر پڑا پرس اس نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے کھولا تھا۔ وہ سفید لفافہ سارا دن اس کے لیے ہوا بنا رہا‘ اس میں تو شاید ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں۔ بے دردی سے لفافہ چاک کرتے ہوئے وہ بے آواز رو رہی تھی۔

دو ٹکٹ اور ایک پھٹی ہوئی تصویر جسے سولوشن ٹیپ سے جوڑا گیا تھا اس لفافے سے برآمد ہوئی تھی۔ تصویر پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر اس نے ٹکٹ اٹھائے‘ یہ عمرے کی فلائٹ کے ٹکٹ تھے۔ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات نے اچانک اس پر دھاوا بولا تھا اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بعض اوقات بہت زیادہ خوشی بھی تو بندے کو بے تحاشا رلاتی ہے اور اس وقت یہی کیفیت اس کی تھی۔ جس چیز سے وہ ڈر رہی تھی‘ اس میں کتنا مقدس تحفہ چھپا ہوا تھا اس کے لیے...... اور یہ رابعہ کو منانے کے لیے عمر کی پہلی کوشش تھی۔ اسے یوں بُری طرح روتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔ اس کے لرزتے کانپتے وجود پر ایک ترحم بھری نظر ڈالتے ہوئے اس نے اپنی جیکٹ اتاری تھی۔ اتنی سردی میں وہ بغیر کسی گرم کپڑے کے پتا نہیں اتنا وقت کیسے باہر گزار آئی تھی۔ آہستگی سے اپنی جیکٹ اس کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے اس نے نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

”تم مجھ سے ناراض ہو‘ ٹھیک ہے مگر خود سے کون سا بدلہ لے رہی ہو‘ مرنے کا ارادہ ہے تمہارا......؟“ اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے وہ پہلی بار خفگی سے بولا تھا۔ رابعہ کے رونے کی رفتار میں اور بھی تیزی آئی۔ اس نے عمر کے حصار کو توڑنا چاہا مگر وہ حصار ٹوٹنے کے لیے قائم نہیں ہوا تھا۔

”مرجاؤں تو تمہیں کون سا فرق پڑے گا؟ تمہاری زندگی میں تو بہت ہیں۔“ شکستگی سے کہتے ہوئے اس نے تھک کر عمر کے سینے پر سر ٹکادیا‘ آنسو بڑی تیزی سے اس کی شرٹ بھگونے لگے۔

”تم ہمیشہ مجھ سے بدگمان ہی رہنا یار! مگر قصور تمہارا بھی نہیں‘ میں نے خود کو اتنا بُرا بنا کر تمہارے سامنے پیش کیا ہے کہ میری ذات کی اچھائیاں ہمیشہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہی رہیں۔ خیر مجھے سمجھنے کے لیے ایک عمر پڑی

ہے۔ بس اتنا یقین کرلو کہ تمہارے سوا میری زندگی میں کوئی دوسری ہے نہ ہوگی۔ میں صرف تم سے محبت ہی نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی پاگل پن کی حدوں کو بھی چھو آتا ہوں۔“ عجب لو دیتا لہجہ تھا اس کا۔ پُرشوق‘ جذبات کی حدت سے دہکتا ہوا...... وہ اپنی دیوانگی میں خود ہی ہنس رہا تھا۔

”تمہاری محبت میں‘ ہمیشہ میں نے ہر وہ کام کیا جس کا انجام میری توقع سے بھی بُرا ہوسکتا تھا مگر تمہاری خوشی کے آگے مجھے میری ہر کوشش‘ ہر فعل ہیچ لگا۔ وہ وشنگ کارڈز جو تمہیں تیمور کے نام سے موصول ہوتے تھے‘ وہ باقاعدگی سے میں بھیجتا تھا۔ تیمور بھلا تمہاری پسند سے اتنا واقف ہی کب تھا۔ تمہیں اس کی طرف سے وش کا منتظر پاکر مجھے یہی ایک طریقہ سوجھا تھا‘ تمہیں خوش کرنے کے لیے...... مگر میں نے تم سے دھوکا کیا تھا رابعہ! میں بھول گیا تھا کہ جھوٹ کی بنیاد پر ہم محبتوں کے تاج محل تعمیر نہیں کرسکتے۔ میں نے تمہیں اس شخص کے خواب دکھائے تھے جن آنکھوں میں تمہاری کبھی شبیہہ بھی نہیں لہرائی۔ مگر میں تمہاری محبت کے ہاتھوں مجبور تھا اور تیمور کی تم سے شادی نہ کرنے کی ضد بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ اس کے ہاتھ یہی کارڈز لگ گئے تھے جو میں اس کے نام سے بھیجتا رہا تھا۔“

عمر شرمندگی سے اعتراف کررہا تھا اور رابعہ حیرتوں میں گھری کھڑی تھی۔ عمر کے انکشاف نے جہاں اسے اذیت دی تھی‘ وہیں کوئی پھانس بھی تھی جو سینے سے نکلی تھی۔ ہیزل گرے آنکھوں میں آنسو موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ واقعی عمر حسن کی محبت کو کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی‘ جو اسے مارتا بھی تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی بچکانہ حرکت نے اس کے احساسات مجروح کیے تھے وہ اب اسے کیا احساس دلاتی۔

”تم بہت بڑے دھوکے باز ہو عمر! میں تمہیں کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی۔“ اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچے وہ گلوگیر

امید رضوان

السلام علیکم! میرا نام امید رضوان ہے میرا نام پتا نہیں کس نے رکھا۔ 9 ستمبر کے سلگتے ہوئے دن اس دنیا میں ٹھنڈک کا احساس بن کر تشریف لائی۔ تعلیم کی بات کی جائے تو میٹرک پاس ہوں اور ایف اے کررہی ہوں۔ میں ریڈیو بہت شوق سے سنتی ہوں۔ سید اقرار عباس میرے فیورٹ ہیں اور دل FM کے عتیق خان بہت زیادہ فیورٹ ہیں‘ ان کی آواز بہت پیاری ہے۔ بات اگر دوستوں کی جائے تو دوستیں بہت کم بناتی ہوں‘ میری دوستوں میں سدرہ‘ فاطمہ‘ اقراء‘ صفا‘ سلمیٰ‘ رمشا‘ عروسہ‘ صنم میری کالج کی دوستیں ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ سدرہ ہے‘ اس کی آنکھیں مجھے بہت پسند ہیں۔

شاعروں کی بات کی جائے تو مجھے علامہ اقبال بہت پسند ہے ان کا ایک شعر جو مجھے بے حد پسند ہے۔

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا
تو نہ بکتے یوسف مصر کے بازاروں میں

میں ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آنچل کی بہت دیوانی ہوں‘ ہر ماہ کی 28‘ 29 کو آنچل خرید لیتی ہوں۔ ناولوں میں ”جان“ ناول بہت پسند ہے اس کے بعد ”ہم سفر جو چلے جان سے گئے“، تم میری زیست کا حاصل ہو‘ یہ چاہتیں یہ شدتیں“ میرے فیورٹ ناول ہیں۔ اب میرا تعارف میری کزنز کے نام! میری کزنز ہیں آپی سمیرا‘ مبینہ‘ فاریہ‘ عائشہ‘ انعم‘ سدرہ وغیرہ کو سلام اور آپی سمیرا کے شہریار کو بہت زیادہ پیار۔ آخر میں آنچل قارئین کو بہت سلام۔

آواز میں بولی تھی۔ وہ سفید لفافہ اس کے سامنے پڑا تھا' جسے اگر وہ صبح ہی چاک کرکے دیکھ لیتی تو اتنی اذیت برداشت نہ کرنی پڑتی جو صبح سے کررہی تھی۔ کچھ غلطی تو اپنی بھی تھی۔

''میں اتنا مشکل نہیں ہوں یار! یقین کرو۔'' تھوڑی اس کے سر پر ٹکاتے ہوئے اس نے طمانیت کا سانس بھرا' پھر اچانک کچھ یاد آنے پر بولا۔ ''ملیحہ سے ملوگی تم......؟ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔''

''مجھے اس لڑکی سے کوئی مطلب نہیں۔'' عمر کے حصار سے نکلتے ہوئے وہ ناراضی سے بولی تھی۔ ''میں جانتی ہوں وہ تمہاری زندگی سے کبھی بھی نہیں نکل سکتی اور یہ تصویر...... اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم......؟'' وہ بیویوں والے مخصوص لڑاکا انداز میں اس سے الجھی تھی اور وہ اس کا خفا خفا انداز دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

''یہ ملیحہ اور اس کی مما جانی ہیں یعنی ایک تیمور کی محبت اور ایک میری...... میں نے سوچا ایک تیر سے دو شکار کرلوں مگر مجھے کیا پتا تم لفافہ چاک کرکے دیکھو گی ہی نہیں۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ خوش گوار سی حیرت میں گھر کر اسے دیکھنے لگی۔

''تیمور جس لڑکی میں انٹرسٹڈ تھا وہ میری فرینڈ ملیحہ احمد ہی تو تھی۔ ہاں' ملیحہ میرے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتی تھی مگر میری اس میں دلچسپی صرف اس حد تک تھی کہ وہ میری اچھی دوست تھی۔ اگر تم سے میری ہنگامی شادی نہ ہوتی تو پھر یقیناً ملیحہ سے بہتر اور کوئی نہیں تھا مگر وہ تیمور کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ خوش رہ سکتی ہے۔'' اس کا لہجہ پُریقین تھا۔

''تیمور کو یہ تصویر تمہارے کمرے سے ملی تھی۔ پھٹی ہوئی حالت میں...... ویسے یہ تصویر تمہارے کمرے میں آئی کیسے...... اور سچ بتاؤ' تم نے اسے پھاڑا کیوں تھا؟'' ذومعنی انداز میں کہتے ہوئے اس نے خاموش کھڑی رابعہ کو چھیڑا جو سر جھکا کر پہلی بار دھیرے سے مسکرائی تھی۔ یہ اعتراف مشکل تھا کہ اسے تب بھی عمر کی دوست سے حسد محسوس ہوا تھا۔ ''اچھا! اب سنبھال کر رکھنا اسے...... مما سے ملوگی؟ ملیحہ کی شادی کے سلسلے میں پاکستان آئی ہوئی ہیں۔'' جس عورت سے وہ خود ایک بار بھی نہیں ملا تھا' اس سے ملنے کی رابعہ کو آفر کررہا تھا اور بھلا اسے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ وہ شانے اچکاتے ہوئے دھیرے سے ہنس کر بولی۔

''یہ تو میرے لیے خوشی کی بات ہے......''

''اچھا! پھر تو ملیحہ کو بھی لگے ہاتھوں مل آؤ' شادی کی سب تیاریاں مکمل ہیں صرف رخصتی شارجہ سے ہوگی اور وہ دونوں آج رات کی فلائٹ سے واپس جارہے ہیں۔''

''او کے جناب اور جو اپنی شادی کا کارڈ بھیجا تھا وہ......'' اسے کچھ یاد آیا تو تنک کر بولی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''ہاں تو ٹھیک ہی بھیجا تھا' شادی کی ساری رسومات دوبارہ سے دہرائیں گے' کیا ہوا جو نکاح نہیں ہوگا۔ باقی سب مما کے ہاتھوں ہی ہوگا۔ بیٹی کے ساتھ بیٹے کو بھی دلہا بنا دیکھ لیں گی۔''

''تمہارا بچپنا کبھی رخصت نہیں ہوگا۔'' رابعہ کو اس کی پلاننگ پر ہنسی آئی۔

''تو رخصت کرنا بھی کیوں ہے یار! ابھی عمر پڑی ہے بوڑھا ہونے میں......'' اس کی سرخ ناک کو زور سے دباتے ہوئے وہ زندہ دلی سے بولا تو وہ اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکتے ہوئے اپنی نازک ناک سہلاتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''ملیحہ کو سی آف کرنے جانا ہے یا نہیں...... باہر ویسے ہی نئے سال کا جشن منانے والوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ اب نکلیں تو وقت پر پہنچیں گے۔''

''ضرور' کیوں نہیں! جلدی سے تیار ہوجاؤ۔ اس فضول سے حلیے میں تو میں تمہیں لے جانے سے رہا۔''

''اونہہ! خود تم کہاں کے پرنس ہو؟'' اسے مصنوعی خفگی سے ڈانٹتے ہوئے وہ وارڈروب کھول کر کھڑی ہوگئی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں نے سنا تھا تیمور نے شادی کے دنوں میں تمہیں بہت شاپنگ کروائی تھی؟'' کیمل کلر کا دیدہ زیب سوٹ نکالتے ہوئے رابعہ کے ہاتھ بُری طرح ٹھٹکے۔ وہ الجھ کر پلٹی۔

''تو......؟''

''کچھ نہیں...... بس آج ایک حساب چکا دیا۔'' دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بات گول کرگیا۔ رابعہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ ''تم تیار ہوجاؤ میں ملیحہ کو ایک کال کرکے آتا ہوں۔'' شریر سی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا وہ سیل فون ہاتھ میں لیے ٹیرس کی طرف پلٹا اور رابعہ سر جھٹک کر دھیرے سے ہنس دی۔ ''پوچھو گی نہیں کال کرکے اسے کیا کہوں گا؟'' تھوڑی دور جا کر وہ ایڑیوں کے بل پلٹا۔ رابعہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''وہ مجھ سے ناراض ہے نا! اسے منانا ہے۔'' وہ خود ہی ڈھیٹ بن کر بتانے لگا۔

''ناراض کیوں ہے؟''

''وہ کہتی ہے محبتوں میں جھک جانا' رشتوں کو ناراض کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا سچ ہے یہ؟'' وہ شریر سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ سمجھ کر مسکرا دی۔

''بالکل!''

''تم بہت عزیز ہو اسے اور میں نے جس طریقے سے تمہیں ستایا' اس پر بہت غصہ ہے اسے...... لیکن اب ہم دونوں کو اکٹھا دیکھے گی تو ساری شکایتیں دور ہوجائیں گی۔''

''پھر فون مت کرو' اسے اچانک سرپرائز دیں گے۔'' اس انجانی لڑکی کی اپنے لیے محبت' اسے ایک پل کے لیے شرمندہ کرگئی تھی تبھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے وہ بھی محبت سے بولی تھی۔ عمر اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے ہنس پڑا تھا۔

''تو چلو اسے منانے اور رخصت کرنے چلتے ہیں۔'' وہ پلٹ کر اس کی طرف آیا تھا۔

''صبر کرو' چینج تو کرلوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے سے ہٹنے لگی تھی کہ اچانک وہ سامنے آیا۔

''پھر میری پسند کا ڈریس پہنو۔'' ڈیگر اس کے ہاتھ سے چھینتے ہوئے وہ پیار بھری دھونس سے بولا تھا اور وہ اس کی زبردستی پر کھول کر رہ گئی۔

''عمر!'' وہ دبی دبی آواز میں احتجاجاً چلائی تھی۔

''کیا ہے؟'' دوسری طرف اس کی آنکھوں میں ہنوز شرارت رقص کررہی تھی۔

''تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔'' خفگی کے باوجود وہ ہنس پڑی تھی اور اگلے ہی پل عمر حسن کا جان دار قہقہہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔

محبت اس پر ابر بن کر برسی تھی اور اسے بھی اس بارش میں کتنا بھیگنا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا اور ابھی تو سارا ولید کی محبت سے بھی اپنا حصہ وصول کرنا تھا۔ کچھ دیر بعد رابعہ کے سنگ گھر سے نکلتے ہوئے وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو شمار کررہا تھا۔ ایک محبت اس کی مٹھی میں تھی اور دوسری کو ابھی مٹھیوں میں قید کرنا تھا۔ دل جس نام پر رکتا اور دھڑکتا تھا' اس سے ملنے کا تصور ہی بڑا دلنشین تھا۔ رابعہ کن انکھیوں سے اسے ڈرائیونگ کرتا دیکھ رہی تھی۔ خوشی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑرہی تھی جو اس کے چہرے کو اور بھی دلکش بنا رہی تھی۔ اس نے سرعت سے نظریں چرائیں مبادا اس کی نظر ہی نہ لگ جائے اور پھر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ باہر رم جھم بارش جاری تھی۔ رات کی تاریکی بھی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ مگر اب باہر کا ہر منظر اسے دلکش لگ رہا تھا۔ واقعی دل کے موسم اچھے ہوں تو سارے موسم اچھے ہیں اور رابعہ عمر کے دل کا موسم بھی بدل گیا تھا' اب وہاں بہار تھی اور عمر حسن کی محبتوں کی بارش......!